جلد 7 شمارہ 1 مارچ 2005ء محرم 1426ھ

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ (الاعلیٰ 14-15)

بے شک وہ مراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا۔ اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا

اللہ

محبت

صداقت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح کا علمبردار

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

Registerd

CPL No. 491

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

CamScanner

بیادگار **خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ**

بانی سلسلہ

ماہنامہ آدمیت فلاح گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

نگران و سرپرست

محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

جلد 7 شمارہ 1 مارچ 2005ء محرم 1426ھ

ایڈیٹر وحید احمد

مجلس ادارت

محمد مرتضیٰ توحیدی، ایم محمد اکرم، پروفیسر منیر احمد لودھی، ایم محمد طالب

ڈاکٹر عبدالرشید وقار، محمد صدیق، سید عاشق حسنین مرتضیٰ شاہ بخاری

مولانا حافظ بشیر احمد

قیمت —— -/20 روپے　　سالانہ فنڈ —— -/200 روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:

محمد صدیق ڈار توحیدی

مرکز تعمیر ملت نزد وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

Ph:0431-862835

Mob: 0300-6493335

ایڈیٹر سے رابطہ کے لئے:

وحید احمد

تھانہ روڈ بلدیہ مارکیٹ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ

Ph:0431-881379

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

Fax: No. +92-431-222020

E-mail: tohidia@hotmail.com

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

صفحہ نمبر	مصنف	مضمون
1	وحید احمد	اداریہ
3	محمد صدیق ڈار توحیدی	اسلامی تصوف اور سلسلہ توحیدیہ
13	پیر محمد اکرم شاہ الازہریؒ	سرورکائنات کا نظام اخلاق
16	ابو حامد امام الغزالیؒ	اپنے آپ کو پہچاننے کا بیان
23	پروفیسر یوسف سلیم چشتی	اسلامی تصوف میں آمیزش
29	جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی	ایک دفعہ کا ذکر ہے
38	عبدالرشید ساہی	انسانی مقصد حیات
44	وقار ملک	فحاشی
49	ایم ایچ خان	پریشر اور تکنیک

اداریہ

انسان مادہ اور روح دونوں سے مرکب ہے، مادے کا اپنا ایک نظام ہے اور اس کی اپنی دُنیا ہے جو اس سے وابستہ ہے اور روح کی اپنی خصوصیات ہیں اور اس کی اپنی کائنات ہے جس میں وہ رہ بس رہی ہے۔ انسان جس کو اللہ نے بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے سے یہ خواہش کی جاتی ہے کہ اس کی دو زندگیاں ہوں۔ ایک زندگی مادی ہو جس میں وہ اپنے بدن کے تمام حقوق حکمت اور نظم کے ساتھ ادا کرے اور دوسری زندگی رُوحانی ہو جس میں عالم مادہ سے ماورا زندگی بسر کرے اور رُوح کے جو حقوق ہیں انہیں ادا کرے۔ انسان جب اپنے آپ پر متوجہ ہو اور اپنے بدن اور اپنی رُوح دونوں کے حقوق ادا کرے تو اس نے اپنی انسانیت کے ساتھ انصاف کیا، اللہ کی سنت کی پابندی کی اور دُنیا و آخرت کی سلامتی میں زندگی بسر کی۔

لیکن اگر کسی ایک جانب جھک گیا اور دوسرے پہلو سے بے نیاز ہو گیا تو اس نے اپنے اوپر ظلم کیا اور اللہ کی سنت سے منہ موڑنے کی کوشش کی اور جس نے اللہ کی سنت سے منہ موڑنے کی کوشش کی وہ ہلاک ہو گیا اس لئے کہ اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

چنانچہ جو شخص دورِ جدید کے انسانوں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے، مال و دولت کی طرف بڑھتا ہے، مادہ کے حصول میں مسابقت کرتا ہے، بدن کی ضروریات کی تکمیل میں مست رہتا ہے، کھوکھلے مناصب، فریب کن مظاہر کے پیچھے دوڑتا ہے اپنی قلبی اور حسی قوتوں کو چندروزہ متاع کے حصول کے لئے مسخر رکھتا ہے تو ایسا شخص بیوقوف ہے، وہ اپنے نفس کی حقیقت سے بے خبر ہے، زندگی کی اصلیت اور اس کے لبِ لباب سے ناواقف ہے، سنت الٰہی نے اِس کی انسانیت کو اُفق اعلیٰ تک پہنچانا چاہا اور وہ خود زمین سے چمٹ کر رہ گیا اور اِس شرف سے نکل بھاگا۔

دوسری طرف وہ شخص ہے جو اپنی روح کی ضروریات پر توجہ دیتا ہے، دن بھر روزے رکھتا ہے رات بھر قیام کرتا ہے، طیباتِ دنیا سے منہ موڑ لیتا ہے، بس کھردرا لباس پہنتا ہے، سوکھی روٹیوں پر گزارہ کرتا ہے تاکہ اس کی حیوانی قوتیں کمزور ہو جائیں اور اسی حساب سے روحانی طاقتوں میں اضافہ ہو جائے، تو یہ شخص بھی زندگی کے حقائق سے ناواقف ہے اللہ کی سنت سے غافل ہے، اپنے بدن کے حقوق ضائع کرنے والا ہے اور یہی چیز نقصان اور حکم الٰہی سے انحراف کے لئے کافی ہے، روایت کی جاتی ہے کہ ایک بار رسول اکرم ﷺ عبداللہ بن عمرو بن عاص سے ملاقات کرنے ان

کے گھر تشریف لے گئے ان کی اہلیہ رسول اکرم ﷺ سے قریب تھیں۔ چنانچہ آپ نے پوچھا: ہو، اے عبداللہ کی ماں؟ انہوں نے جواب دیا کیا بتاؤں عبداللہ بن عمرو ایسے شخص ہیں جنہوں دنیا تیاگ دی ہے آپ نے پوچھا کیسے انہوں نے کہا۔ وہ نہ سوتے ہیں نہ کھاتے پیتے ہیں گوشت چکھتے ہیں نہ اپنی بیوی کے حقوق ادا کرتے ہیں۔ آپ نے پوچھا، اِس وقت وہ کہاں ہیں ان کی بیوی نے کہا۔ باہر گئے ہیں بس اب آتے ہی ہوں گے۔ آپ نے فرمایا جب وہ واپس جائیں تو انہیں میرے لئے روک لو۔ یہ کہہ کر اللہ کے رسولؐ نکلے قریب تھا کہ آپ واپس ہو جا کہ اتنے میں عبداللہ بن عمرو آ گئے آپ نے پوچھا۔ اے عبداللہ بن عمرو! یہ میں تمہارے بار میں کس طرح کی باتیں سن رہا ہوں؟ تم سوتے نہیں ہو؟ انہوں نے جواب دیا۔ میں اس ذریعہ قیامت کی تباہی سے محفوظ رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے پوچھا: مجھے معلوم ہوا کہ مسل روزے رکھتے ہو؟ اُنہوں نے جواب میں کہا۔ اِس کے ذریعہ میں جنت کی نعمتیں حاصل کر چاہتا ہوں۔ آپ نے پھر پوچھا اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنی بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتے اُنہوں جواب دیا کہ میں اِس کے ذریعہ ان سے بہتر عورت (جنت کی حوریں) چاہتا ہوں۔ ن اللہ کے رسولؐ نے اِنہیں نصیحت کی۔ اے عبداللہ بن عمرو تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ کی زندگی بہترین اسوہ ہے۔ اللہ کا رسول تہجد بھی ادا کرتا ہے اور سوتا بھی ہے، روزہ رکھتا ہے اور نہیں بھی ر اور گوشت کھاتا ہے اور اپنی بیوی کے حقوق بھی ادا کرتا ہے۔ اے عبداللہ بن عمرو! تمہارے ا اللہ کا بھی حق ہے، تمہارے اوپر تمہارے بدن کا بھی حق ہے اور تمہارے اوپر تمہارے اہل وعیال بھی حق ہے۔

اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے صحیح اور بہترین زندگی کا طریقہ بتایا ہے اور یہ واضح دیا ہے کہ افراط بہر صورت قابل نفرت و مذمت ہے چاہے یہ افراط انسان کی رُوحانی زندگی میں ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے لئے یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ اس کی سنت پر عمل نہ کرے اس کے باوجود یہ گمان کرے کہ اس کی رضا پالے گا۔

اسلامی تصوف اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ

یہ مضمون شیخ سلسلہ جناب محمد صدیق ڈار توحیدی کی کتاب اسلامی تصوف اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے لیا گیا ہے

اَلحَمدُ للّٰہ رب العالمین ٥ والصلوة والسلام علی سیدنا و مولانا محمد رحمة للعلمین وخاتم النبین۔ والسلام علینا وعلی عباد الله الصّٰلحین ٥

پہلا باب

اسلامی تصوف، تعارف ولوازم

انسان کی فطری خواہش! تمام مذاہب کسی نہ کسی ایسی مافوق الفطرت ہستی کو مانتے ہیں جو نہ تو حواسِ ظاہری سے معلوم ہو سکتی ہے نہ عقل ہی سے سمجھ میں آ سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی انسان طبعاً متجسس واقع ہوا ہے۔ وہ بجا طور پر جاننا چاہتا ہے کہ میں جس کی پوجا کرتا ہوں، جس نے مجھے پیدا کیا ہے، جو مجھے رزق دیتا ہے جس کے ہاتھ میں میرا بھلا اور برا ہے۔ جو مجھے موت دے گا اور موت کے بعد میرے ساتھ رہے گا اور اِس دُنیا میں میں نے جو بُرے بھلے عمل کئے ہیں ان کی سزا اور جزاء دے گا۔ آخر وہ کون ہے؟ کہاں ہے؟ کیسا ہے؟ اُس سے ملنے کا راستہ کونسا ہے؟ اُس کی خوشنودی اور اُسکا قرب، معرفت اور دیدار کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے؟ تو اب آپ غور کریں کہ کیا انسان کی یہ خواہش ناجائز اور اس خواہش کی تکمیل ناممکن ہے؟ ہرگز نہیں! خدا نے انسان کی فطرت میں بہت سی خواہشیں رکھی ہیں اور ساتھ ہی ہر خواہش کی تکمیل کا سامان بھی مہیا کیا ہے۔ مثلاً بھوک پیدا کی ہے تو کھانے کی ہزاروں چیزیں بنائی ہیں۔ پیاس پیدا کی ہے تو سینکڑوں مشروبات بنائے ہیں۔ جنسی خواہشات کی تکمیل کے لئے کروڑوں مرد اور عورتیں پیدا کی ہیں۔ سیر و سیاحت کی خواہش ہے تو خدا کی زمین فراخ ہے۔ ساری عمر سیاحت کرتے رہو۔ علم حاصل کرنے کی خواہش ہے تو سینکڑوں علوم پیدا کئے ہیں۔ جس علم کو چاہو اِس کے حصول میں عمر گزار دو۔ دولت کی خواہش ہے تو ایسے طور طریقے سیکھو جن میں دولت کے حصول کی صلاحیت ہے ان پر عمل کرو اور دولت مند بن جاؤ۔ جب یہ ایک کلیہ اور مسلمہ ہے کہ خدا نے ہر خواہش کی تکمیل کا پورا بندوبست کیا ہوا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اندریں صورت کیا خدا کی معرفت اور

قرب و دیدار کی خواہش ہی ایک ایسی خواہش ہے جس کی تکمیل کا خدا نے کوئی بندوبست نہیں
ناممکن ہے کہ نہ کیا ہو۔ ایسا تو خیال کرنا بھی خدا کے عدل وانصاف اور اُس کی شان ربوبیت
انکار ہے جیسا کہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں۔

وانکم من کل ما سا لتموہ۔ (ابراہیم ۳۴)

''جو کچھ بھی تم نے اُس سے مانگا اُس نے تمہیں عطا کر دیا''۔

تصوف کا مقصد! ہر علم کا کوئی خاص مقصد ہوتا ہے۔ اور اس مقصد کو حاصلکرنے کے
متعین طریقے ہوتے ہیں۔ چنانچہ تصوف کا مقصد ہی ذات باری تعالیٰ کا قرب وعرفان حاصل
کرنا ہے اور اس میں بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کرنے کو ''سلوک'' کہتے ہیں۔

تصوف اسلام ہی کیلئے مخصوص نہیں بلکہ ہر مذہب میں ہے۔ ہر مذہب میں جو کسی ان دیکھی
طاقت کی پرستش کرتا ہے۔ اُس میں اپنے معبود کی معرفت حاصل کرنے یا اس سے ملنے کے الگ
الگ طریقے ہیں۔ مثلاً چینی پیغمبر کنفیوشش نے جو طریقے بتائے ہیں وہ ان طریقوں سے مختلف
ہیں جو ہندوؤں کے رشیوں مینوں نے بتائے ہیں یا عیسائیوں اور یہودیوں وغیرہ کو ان کے
پیغمبروں نے سکھائے ہیں۔ یہی طریقے اور قاعدے بحیثیت مجموعی اِن مذاہب کا تصوف کہلاتے
ہیں۔ لیکن اُن کا سلوک اِس قدر مشکل ہے کہ اگر کوئی شخص اِس پر پوری طرح عمل کرے تو اُسے دنیا
کا کام کر کے اپنی اور بال بچوں کی ضروریات زندگی حاصل کرنے کیلئے بالکل وقت نہیں مل سکتا
یہی وجہ ہے کہ اِن تمام مذاہب میں دُنیا کو چھوڑے بغیر کام نہیں بنتا۔ اسلامی تصوف اِن سے قطعی
مختلف اور آسان ترین ہے۔ اِس میں سالک دنیا کے سارے کام بطریق احسن انجام دیتے
ہوئے اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔

تصوف کی تعریف! تصوف کی کتابوں میں تصوف کی بہت سی تعریفیں کی گئی ہیں لیکن
جامع اور مکمل تعریف یہ ہے کہ تصوف ایک ایسا علم ہے جس میں اُن غیبی طاقتوں اور چیزوں کی
معرفت اور علم حاصل کرنے کے طریقے بیان کئے گئے ہیں۔ جن پر ایمان و یقین رکھنا تمام آسمانی
مذاہب کی اساس و بنیاد ہے۔ مثلاً اللہ، فرشتے، جنت و دوزخ، الہامی کتابیں، قیامت اور حیات
بعد الموت وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ اللہ، فرشتوں اور جنت و دوزخ وغیرہ کی ماہیت اور حقیقت نہ تو
حواس ظاہر سے متحقق و معلوم ہو سکتی ہے۔ نہ عقل ہی سے اچھی طرح اور یقینی طور پر سمجھ میں آ سکتی

لیکن باوجود ازیں اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے ذریعے کچھ طریقے ایسے بتائے ہیں جن پر عمل کرنے سے ان تمام قوتوں اور چیزوں کا علم وعرفان حاصل ہو جاتا ہے۔ اس تمام علم کو مجموعی طور تصوف کہتے ہیں۔ ہر روحانی سلسلہ جو کبھی جاری ہوا یا اب موجود ہے وہ اپنے مریدوں کو یہی طریقے سکھلاتا اور بتاتا ہے۔ یہی پیری مریدی ہے اور صرف ان قوتوں اور چیزوں کا علم حاصل کرنے کیلئے مرید ہونا چاہیے۔ دنیوی فوائد حاصل کرنے کی غرض سے مرید ہونا بیکار ہے۔ کیونکہ کسی ولی یا پیر میں طاقت ہرگز نہیں ہوتی کہ وہ مفلسوں کو مالدار بنادے، بیماروں کو تندرست کر دے، بے اولادوں کو اولاد عطا فرمادے، مقدمے جتادے یا امتحانوں میں کامیاب کرادے۔ ہاں یہ ضرور ہوتا ہے کہ پیر یا بزرگ اللہ سے دُعا اور التجا کرتے ہیں وہ منظور کرے تو واقعی سب کام ہوتے ہیں۔ اللہ نہ چاہے تو کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔

تصوف کا مفہوم حاضرہ! آجکل دُنیا تصوف کو جو کچھ سمجھتی ہے وہ کچھ اور ہی چیز ہے۔ اس بارے میں کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ بات سننے کی نسبت دیکھنے سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے۔ چنانچہ بڑے بڑے شہروں سے لے کر چھوٹے چھوٹے دیہات تک آپ کو ہر جگہ کچھ آدمی ایسے نظر آئیں گے جن کو لوگ صوفی یا خدارسیدہ بزرگ سمجھتے ہیں۔ اِن میں سے کچھ مادر زاد ننگے رہتے۔ گالیاں بکتے ہیں اور لوگوں کی تواضع پتھروں اور ڈھیلوں سے کرتے ہیں۔ بھنگ پیتے یا چرس کے دم لگاتے ہیں۔ نماز روزے کے پاس بھی نہیں جاتے۔ یہ ہیں مسلمانوں کے پیشوا اور ہادی جن کو نہ دین کا پتہ ہے نہ دُنیا کا۔ نہ حرام کو جانتے ہیں نہ حلال کو۔ اب ایک طرف تو اسلام جو طہارت وپاکیزگی کو انسان کا فرض اولین بتاتا ہے اور اس کے بغیر نماز کو بھی جائز قرار نہیں دیتا اور دوسری طرف وہ مسلمان ہیں جو غلاظت وگندگی کے اِن مجسموں کو بزرگ اور ولی اللہ مانتے ہیں۔ لوگ ان کو مجذوب سمجھ کر ان کی عزت وخدمت کرتے ہیں لیکن یہ مجذوب نہیں پاگل ہوتے ہیں۔ اصطلاح تصوف میں مجذوب وہ ہے جس پر دوران سلوک اللہ کی محبت کی کسی جلالی صفت کا اِس قدر غلبہ ہو کہ حواسِ ظاہری مغلوب ہو کر استغراق کی کیفیت پیدا ہو جائے۔ اِس حال میں بھی اُن سے کوئی خلاف شرع قول یا فعل کبھی سرزد نہیں ہوتا۔ عام طور پر نماز کے وقت اِن کا استغراق جاتا رہتا ہے۔ یا اتنا کم ہو جاتا ہے کہ پنجگانہ نماز ادا کر لیتے ہیں۔ روزے بھی رکھتے ہیں اور پاک صاف بھی رہتے ہیں۔ کچھ مدت بعد یہ بالکل ہوش میں آجاتے ہیں اور جذب واستغراق کا نام

بھی نہیں رہتا۔ ان کے علاوہ بہت سے پیر عملیات کے زور پر پیری مریدی کرتے ہیں۔ وہ سلوک اور طریقت کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتے عوام کی جہالت کا یہ حال ہے کہ وہ تعویذ گنڈے کرنے والے عاملوں، نجومیوں، رمالوں، پامسٹوں اور حقیقی بزرگوں کے درمیان تمیز نہیں کرتے اور ہر ایک کو اللہ والا سمجھ کر ان کے مرید اور معتقد ہو جاتے ہیں۔ بہت سے لوگ محض رسماً اس کن عقیدے سے بیعت ہوتے ہیں کہ خواہ عمر بھر بُرے کام کرتے رہیں، قیامت کے دن صاحب کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے اور بخشے جائیں گے۔ کئی لوگ اس خیال سے بیعت ہوتے ہیں کہ جب خود بزرگ بن جائیں گے تو عیش کریں گے۔ مریدوں کا حلقہ ہو گا۔ نذرانے ملیں گے، دولت دُنیا کی افراط ہو گی یا یہ کہ مٹی کو پھونک مار کر سونا بنا لیں گے۔ وغیرہ۔ تو ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ فقر اور ولایت تو محض عبودیت اور بندگی ہے کبریائی نہیں۔ اِس راہ کا مقصودِ اعظم ہی اللہ کی مخلوق کی مادی اور رُوحانی خدمت ہے۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

بزرگی کے ذریعے سے حصول دولت کا خیال محض دُنیا داری ہے خُدا کی محبت نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کو کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا۔ آجکل خاندانی اور وراثتی پیری مریدی بھی عام ہے۔ یعنی کسی شخص کے باپ دادا اگر کسی بزرگ سے بیعت ہوئے تھے تو وہ شخص اِس بزرگ کے بیٹے یا پوتے کا ضرور مرید ہو گا اور اِس کی اولاد اُس کے پیر صاحب کی اولاد سے بیعت ہو گی اور ہمیشہ یونہی ہوتا رہے گا۔ یہ طریقہ بھی غلط اور گمراہی پھیلانے کا باعث بنتا ہے۔ بزرگی اور ولایت کا انحصار وراثت پر ہرگز نہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی عطاء ہے۔ یہ ضروری تو نہیں کہ باپ اگر مردِ کامل اور ولی اللہ ہو تو بیٹا بھی ویسا ہی ہو۔

وراثتی گدی نشینی کے نظام میں اہل اللہ کی مسند جہاں بھی اور جب بھی نا اہل لوگوں کو مل جاتی ہے تو ہر قسم کی خرابی کی توقع کی جا سکتی ہے۔ اِسی صورتِ حال کو مدنظر رکھتے ہوئے علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

میراث میں آتی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

سارے طریقے لوگوں کو بہکانے اور ان کا مال ناحق کھانے کے سوا اور کوئی تعمیری کام نہیں دیتے۔ اسلام کے سچے اور حقیقی تصوف کے ساتھ ان کا کوئی واسطہ نہیں۔

اسلامی تصوف! اللہ تعالیٰ نے دوسری قوموں کی طرح مسلمانوں کو بھی اس نعمت عظمیٰ سے محروم نہیں رکھا اور حضور سرور کائنات ﷺ کے توسط سے قرآنِ کریم میں اپنے ملنے کے طریقے بیان کر دیئے ہیں۔ یہ طریقے اِس قدر سادہ آسان اور سہل العمل ہیں جیسا کہ خود دین اسلام ہے۔ نہ اِن میں بھوک اور پیاس سے نفس کو ہلاک کرنا ہے۔ نہ متواتر روزے رکھنا یا فاقے کرنا، ہندوؤں کی طرح ترکِ دُنیا کر کے جنگلوں اور خانقاہوں میں گوشہ نشین ہونا۔ نہ صوف کے کپڑے پہننا یا ننگا رہنا، نہ بدن کے بعض اعضاء کو سکھا لینا، نہ حبس دم کرنا نہ نماز معکوس پڑھنا۔ یعنی الٹے لٹک کر عبادت کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اِسلامی تصوف کے سلوک میں سالک دُنیا کے سارے کام بوجہ احسن کرتے ہوئے اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ اسلامی سلوک کے طریقے تعداد میں اس قدر کم مگر اتنے سریع التاثیر ہیں کہ عقل حیران ہوتی ہے۔ اِن پر عمل کرنے سے برسوں کا راستہ مہینوں اور مہینوں کا سلوک دنوں میں طے ہوتا ہے اور وہ روحانی قوت اور دولتِ سرمدی حاصل ہوتی ہے جو دوسرے طریقوں سے کسی طرح بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ یعنی قرب اور مشاہدہ ذات باری تعالیٰ۔

علم کی حد سے پرے بندہ مومن کیلئے
لذتِ شوق بھی ہے نعمت دیدار بھی ہے

اس سے زیادہ اِسلامی تصوف کی فضیلت کا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ جو لوگ سالہا سال دلائل الخیرات، دُعائے گنج العرش، دُعائے ماثورہ، دُعائے جمیلہ، حزب البحر، قصیدہ بردہ اور قصیدہ غوثیہ وغیرہ کا ورد، طرح طرح کے مراقبے، چلّے اور سخت سے سخت ریاضتیں کرنے کے بعد بھی حصولِ مقصد سے نامراد رہتے ہیں۔ اِن قرآنی طریقوں پر صرف دو سال عمل کرنے کے بعد وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں جو کبھی اُن کے خواب و خیال سے بھی نہ گزرا تھا۔ اِن کو یقین کامل ہو جاتا ہے کہ ہم سیدھے راستے پر چل رہے ہیں اور ضرور اپنی مُراد کو پہنچیں گے۔

ذلك فضل الله من يشاءُ ۔ والله ذُوالفضل العظيم ٥

بنیادی شرائط! اسلامی تصوف کا مقصود رنگ برنگی ٹوپیاں اور لباس پہننے، گلے میں لمبی لمبی

کہیں اٹکانے، قوالی پر رقص کرنے اور سرود سننے، عرس منانے، مزارات پر چادریں چڑھا
قبروں کو چومنے اور ان کا طواف کرنے اور اولیائے کرام کو مدد کیلئے پکارنے سے حاصل کی جا
بلکہ اس کے لیے دوسری شرائط ہیں جن پر عمل کرکے اللہ کے مقبول بندے بنے اور انہوں نے
دوسروں کو بھی ان پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔ ان میں سرفہرست اتباع شریعت ہے۔ شریعت
سے آزادی اور فرار حاصل کرنے کے لئے گھڑا گیا یہ عقیدہ انتہائی گمراہ کن ہے کہ شریعت
اور طریقت دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ یہ بات یاد رکھیں کہ شریعت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول
کا عطا کردہ وہ قانون ہے جو ہر کلمہ گو خاص و عام مسلمان پر لاگو ہوتا ہے خواہ وہ حضور کا صحابی
امام ہو، ولی ہو یا عام مسلمان ہو۔ یعنی شریعت اسلام کا پیمانہ ہے اور باقی سب اس کے
ہے۔ شریعت پر انتہائی خلوص کے ساتھ ظاہری اور معنوی طور پر کما حقہ عمل کرنے کا نام
طریقت ہے۔ جس کا بنیادی تقاضا عقیدہ توحید کا راسخ ہونا ہے۔ جو لوگ تصوف کے ذریعے ذات
باری تعالیٰ یا لطائف غیبی کا علم حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر
چاہیے کہ تصوف کا ہر وہ طریقہ جو خالص توحید کی تعلیم نہ دیتا ہو غلط اور گمراہ کن ہے۔ اس پر
کرنے سے حصول معرفت کی بجائے شرک و کفر کی تاریکیوں میں پھنس کر رہ جاؤ گے اور م
کے بعد پچھتاؤ گے۔ تصوف کے ایسے طریقے قطعاً غیر اسلامی ہیں جو پیر، فقیر ان طریقوں کی تعلیم
دیتے ہیں وہ مسلمانوں کو مشرک اور کافر بناتے اور ملت اسلامیہ کو تباہ کرتے ہیں۔ آپ خود
سوچیں کہ ولی اللہ یعنی اللہ کا دوست وہ ہے جو مسلمانوں کو غیر اللہ کی پرستش سے نجات دلائے
اللہ کی الوہیت اور وحدانیت کی تعلیم دے کر اللہ والا بنائے یا وہ جو اللہ کے راستے سے ہٹائے
شرک کی تعلیم دے کر قبروں کا پجاری بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں صاف صاف ار
فرمایا ہے۔

فمن كان يرجوا لقاء ربه فليعمل عملا صالحا ولا يشرك بعبادة ربه احدا (الکہف ۱۱۰)

یعنی جو اپنے رب کی ملاقات یا دیدار کی آرزو رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ عمل صالح کرے
اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

عقیدہ توحید کے بعد دوسری ضروری بات یہ ہے کہ انسان نماز روزے کا پابند ہو۔ حقوق

حقوق العباد کو اچھی طرح پورا کرتا ہو۔ کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور اُس کا اخلاق اسلامی تعلیم کے معیار پر پورا اُترتا ہو۔ اگر کسی شخص میں یہ باتیں نہیں ہیں تو پہلے اس کو ایک اچھا اور پکا مسلمان بننا چاہیے۔ اور پھر سلوک شروع کرنا چاہیے تاکہ ترقی کر کے مومن اور پھر ولی اللہ بن سکے۔

رہبر یا شیخ کی ضرورت! یہ بات ہر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ معمولی سے معمولی پیشہ اور عام سا فن بھی کسی اُستاد اور رہنما کے بغیر نہیں سیکھا جا سکتا۔ کیا موسیقی یا تیر اکی میں مہارت محض ذاتی کوشش سے حاصل کی جاسکتی ہے؟ کیا کوئی شخص صرف کتابیں پڑھ کر ڈاکٹر، انجینئر، طیار، معمار، لوہار یا سنار بن سکتا ہے؟ ہر گز نہیں! کیا کوئی معقول آدمی کسی مستند طبیب یا ڈاکٹر سے اپنا علاج کرانے کی بجائے علم طب کی کوئی کتاب اُٹھا کر اِس کے ذریعے سے اپنا علاج خود کر کے اپنی جان کا خطرہ مول لے گا؟ اسی طرح ایمان کی سلامتی اِسی میں ہے کہ رُوحانی علاج اور دل کی اصلاح کیلئے کسی ایسے شخص کو راہنما یا رہبر بنایا جائے جو اِس علم کا ماہر ہو۔ جو خود منزل مقصود تک پہنچ چکا ہو اور راستہ کے اُتار چڑھاؤ اور پیچ وخم سے بخوبی واقف ہو۔ راہِ سلوک میں تو مرشد کا ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ اس کی منزل اور مقصد، قربِ خدا، دیدار اور معرفت حاصل کرنا ہے لیکن خدا نہ تو دکھائی دیتا ہے۔ نہ سمجھ میں آسکتا ہے۔ نہ اُس تک پہنچنے کے ذرائع ہی سالک کے علم میں ہوتے ہیں۔ اِس لئے سچے رہبر کے بغیر منزل مقصود تک پہنچنا محال ہے۔ اللہ کی طرف یہ ان دیکھا اور انجانا سفر جس سے ہٹانے اور بھول بھلیوں میں ڈالنے کے لئے شیطان اور اِس کا لشکر قدم قدم پر گھات لگائے سالک پر آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے حملہ کرنے کیلئے ہمہ وقت کمر بستہ رہتا ہے، بغیر کسی راہنما کے کیونکر طے ہوسکتا ہے۔ اِس لئے ایک سچے طالب کیلئے استعداد کے ساتھ ساتھ ایک کامل اُستاد کا ہونا بھی ناگزیر ہے۔ مُرشد کا انتخاب سوچ سمجھ کر اور خود دیکھ بھال کر کے کرنا چاہیے۔ جو بزرگ شریعت کا پابند، خوش مزاج اور بافیض نظر آئیں ان کی خدمت میں کچھ عرصہ باقاعدہ حاضری دیتے رہنا چاہیے۔ اگر اُن کی صحبت میں خیالات دُنیا سے ہٹ کر اللہ کی طرف رجوع ہو جائیں۔ قلب خود بخود اللہ کو یاد کرنے لگے اور دِل اُن کی طرف مائل ہو جائے تو ایسے بزرگ سے بیعت ہونا چاہیے۔ مولانا رومؒ نے مُرشد کی اہمیت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا

مولوی ہرگز نہ شد مولائے رُوم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

حضرت علامہ اقبالؒ نے اپنی مشت خاک کو کیمیا میں بدل دینے کے لئے کسی مردِ کامل کے
آستانے پہ جبہہ سائی کی ترغیب اِن الفاظ میں دی۔

کیمیا پیدا کن از مشت گلے
بوسہ زن برآستانِ کاملے

مسلمان اولیاءِ کرام اور بزرگانِ عظام کا اصل کام اور سب سے بڑی کرامت یہی ہوتی ہے
کہ کوئی کیسا ہی گنہگار اور فاسق و فاجر مسلمان ان کے پاس بیٹھے وہ محض اُن کے اثرِ صحبت سے اُن
جیسا نیک اور بزرگ بن جاتا ہے۔ یہ کرامت ایک سچے ولی اللہ کے سوا اور کوئی نہیں دکھا سکتا۔
مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث بیان ہوئی ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ خیار عباد اللہِ الذین اذا رءُ واذکر اللہ تعالیٰ

حضورؐ نے ارشاد فرمایا جب اُنہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آ جائے۔

مولانا رومیؒ نے اہل اللہ کی صحبت کے بارے میں کیا خوب ارشاد فرمایا۔

صحبت شاں خاک را اکسیر کرد
لطف شاں بر ہر دِلے تاثیر کرد

(اللہ والوں کی صحبت مٹی کو اکسیر بنا دیتی ہے اور اُن کی مہربانی ہر دل پر اثر کرتی ہے)

مرشد رومیؒ کے تتبع میں مرید ہندی یعنی علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

صحبت اہل صفا نور و حضور و سرور
سر خوش و پرسوز ہے لالہ لب آبجو

حقیقت یہ ہے کہ راہنمائی اور ہدایت کے علاوہ مرشدِ کامل کے سینہ سے ایک ایسی برقی
طاقت و توانائی سالک کو ملتی ہے جو اُس کے قلب کو گرما کر اور رُوح کو تڑپا کر ایک نئی زندگی بخشتی
ہے۔ یہ ایک خاص قسم کی حرارت ہوتی ہے۔ اِس سے وہ جذب اور کیف و سرور پیدا ہوتا ہے جس
کے نشہ اور بے خودی میں سالک ہر قسم کی سختیاں اور تکالیف خوشی سے برداشت کرتا ہوا منزل
مقصود پا لیتا ہے۔ یہ کوئی خیالی چیز نہیں بلکہ ایک جیتی جاگتی طاقت ہے جو نہ صرف دِل بلکہ
بدن کے روئیں روئیں پر اثر انداز ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اِس کی اصل کیفیت صرف تجربہ
سے معلوم ہو سکتی ہے۔

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

بیعت یا پیری مریدی! بیعت ایک عہد ہے جو کسی بزرگ کو گواہ بنا کر یا رسم کے مطابق ہاتھ دے کر اللہ سے کیا جاتا ہے کہ میں فلاں فلاں معائب سے مجتنب رہوں گا اور فلاں محاسن پر عمل کروں گا۔ بیعت ہونے کا مقصد صرف یہ ہے کہ انسان کے اخلاق کی اصلاح ہو صحیح قسم کی عبادت کرنا آ جائے ایمان کامل پیدا ہو۔ عالم روحانی کا علم، اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قسمت میں ہو تو رویت باری تعالیٰ کا شرف جیتے جی حاصل ہو جائے۔

مسلمانوں میں کچھ لوگ بیعت یا پیری مریدی کے سرے سے ہی قائل نہیں۔ تاہم اِس میں کوئی حرج نہیں۔ اگر وہ قرآن پر عمل کرتے ہیں، ایک اچھے مسلمان ہیں اور اپنی حالت پر مطمئن ہیں تو ضروری نہیں کہ وہ کسی کے مرید ہوں کیونکہ بیعت فرض نہیں ہے۔ لیکن جو لوگ بیعت ہونا چاہتے ہوں۔ اُن کی معلومات کے لئے عرض کر دینا مناسب ہے کہ کئی ایک احادیث میں آیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ لوگوں کو مختلف اغراض و مقاصد کے لئے بیعت فرماتے تھے۔ آنحضرت ﷺ بیعت لیتے تھے۔ گاہے اقامت ارکان اسلام پر اور گاہے تمسک بالسنۃ پر اور صحیح بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت جریر سے بیعت کے وقت یہ شرط عائد کی کہ ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی لازم ہے۔ یہ بات بھی بروایت صحیح ثابت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے انصاریوں کی عورتوں سے نوحہ نہ کرنے پر بیعت لی۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جو بیعت رضوان ہوئی۔ وہ سورۃ الفتح آیت ۱۸ میں بیان ہوئی ہے۔

اس کے علاوہ بھی قرآن میں بیعت کا ذکر یوں آیا ہے۔

ان الذین یبایعونك اِنما یبایعون اللہ۔ یداللہ فوق ایدیھم۔ فمن نکث فانما ینکث علی نفسه ومن اوفی بما عھد علیه اللہ فسیوتیه اجرا عظیما۔ (الفتح۔۱۰)

ترجمہ! اے اللہ کے رسول ﷺ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اُن کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ جو اِس عہد سے پھرتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور جو شخص اس عہد کو پورا کرتا ہے جو اُس نے کیا تھا۔ تو بہت جلد اللہ اِس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد اب تک ہزار ہا اولیائے کرام گزرے ہیں۔ اُن سب نے بیعت
اور بیعت لی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بیعت جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد وہ بھی لے
ہیں جو بجا طور پر نائب رسولؐ ہیں۔

بیعت کے بعد اپنے شیخ یا پیر کے ساتھ دلی محبت اور پختہ عقیدت رکھتے ہوئے پورے خلو
اور ثابت قدمی کے ساتھ بتائے گئے ذکر و وظائف اور مجاہدہ و ریاضت میں ہمہ تن مشغول ہو جا
چاہیے۔ شیخ اپنے ہر مرید کی اصلاح باطنی توجہ اور رُوحانی فیض کے ذریعے کرتا ہے جس سے
سالک کو نماز اور ذکر میں مزہ آنے لگتا ہے۔ اُس کے دل پر جو زنگ ہوتا ہے وہ آہستہ آہستہ
ہونا شروع ہو جاتا ہے اور برائیوں کی طرف رغبت کم ہونے لگتی ہے۔ دل میں ہلکا ہلکا سوز
حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ کے فرمان **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب** ۔
مطابق طبیعت میں عجیب قسم کا کیف و سرور اور قلب میں اطمینان و امتنان پیدا ہو جاتا ہے۔ ج
سے اللہ کی محبت اور اللہ پر ایمان میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔ سچے خواب آنے لگتے ہیں۔
سالکوں کو رُوحیں اور دوزخ، جنت نظر آنے لگتی ہے۔ کشف و کرامات کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے
آخر کار یہ سفر اللہ کے قرب و عرفان اور اگر قسمت میں ہو تو ذات کے دیدار پر جا ختم ہوتا ہے۔ ا
رحیم و کریم کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتے۔ اللہ کی راہ میں ایک سالک جتنی کوشش اور جدوجہد ک
ہے اللہ کی رحمت اس سے کہیں زیادہ اُسے نوازتی چلی جاتی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سُبُلَنا ۔ وان اللہ لمع
المحسنین ۔(العنکبوت۔۶۹)

ترجمہ! جولوگ ہمارے لئے کوشش کرتے ہیں ہم اُن کے لئے اپنے راستے کھول دیتے ہیں
اور بیشک اللہ تعالیٰ اہلِ احسان کے ساتھ ہے۔

جس شخص کی ابتداء ایمان بالغیب سے ہوتی ہے۔ اس کی اگلی منزلیں عین الیقین اور ح
الیقین یعنی اللہ کی معرفت، قرب، حضوری اور دیدار ہیں۔ اس نعمت عظمیٰ کے حصول کیلئے کوئی د
فروگذاشت نہیں کرنا چاہیے۔

ہے ذوق تجلی بھی اس خاک میں پنہاں
غافل! تو نرا صاحب ادراک نہیں ہے

سرور کائنات ﷺ کا نظام اخلاق

پیر محمد کرم شاہ الازہری

(نظا)م اخلاق کے بے شمار پہلو ہیں۔ سب کو یہاں بیان کرنا ممکن نہیں۔ میں آج صرف تین پہلوؤں کا باختصار ذکر کروں گا۔

1۔ جس انسان کی تربیت کے لئے نظام اخلاق وضع کیا گیا ہے، اس کی فطرت کے بارے میں محسن انسانیت کی کیا رائے ہے؟۔

2۔ نظام اخلاق کا مقصد اعلیٰ کیا ہے؟

3۔ حضورؐ نے جو نظام اخلاق پیش کیا، اخلاق کے دوسرے نظاموں کے مقابلے میں اس کی امتیازی شان کیا ہے؟ عیسائیت جس کے ماننے والوں کی تعداد ایک ارب سے بھی زیادہ ہے اس کا انسانی فطرت کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ انسان کا جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ پیدائشی گنہگار ہوتا ہے۔ ان کے خیال میں آدم و حوا نے جو گناہ کیا تھا اس کے داغ سے ہر انسان کی پیشانی داغدار ہے، وہ اپنی پشت پر ناکردہ گناہوں کا یہ بوجھ اٹھائے ہوئے اس عالم رنگ و بو میں قدم رکھتا ہے۔ جب تک یسوع مسیح کے نام پر اسے بپتسمہ نہ دیا جائے اس وقت تک وہ اس گناہ سے بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ انہیں اس مسئلے میں اس قدر غلو ہے کہ وہ معصوم بچہ جو عیسائی ماں باپ کے گھر پیدا ہوتا ہے وہ بھی پیدائشی گنہگار رہتا ہے ان کے نزدیک اگر وہ بپتسمہ لینے سے پہلے مر جائے تو بھی آسمانی بادشاہی کی حدود میں داخل نہیں ہو سکتا بلکہ دوزخ میں پھینک دیا جاتا ہے۔ عیسائیت کے علاوہ جو مذہب تناسخ اور آواگون کے قائل ہیں وہ بھی انسان کو اپنی سابقہ زندگی کے اعمال کا خمیازہ یوں خیال کرتے ہیں، یعنی جو انسان آج پیدا ہو رہا ہے اس کی سعادت و شقاوت کا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے اس کے عمل اور سعی کو اپنی قسمت کے سنوارنے میں کوئی دخل نہیں۔ ان معتقدات کی رو سے انسان کی بے بسی اور آشفتہ بختی کا آپ بآسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب کوئی انسان اپنی اس خستہ حالی پر آگاہ ہوتا ہوگا تو بے ساختہ چیخ اٹھتا ہوگا۔ اے کاش میں انسان نہ ہوتا کاتو وہ ہوتا۔

لیکن رحمت عالمیان ﷺ نے جو کتاب مقدس لے کر آئے اس نے انسان کو مقہور و مجبور اور نا

کردہ گناہوں کے طوق وسلاسل میں اسیر نہیں بتایا بلکہ مختلف عنوانوں سے اس کی فطرت کی پاکی اور اس کی جبلت کی جلالت شان کا ذکر فرمایا ہے عقیدہ توحید کو اس کی فطرت کی آواز اور تقاضا قرار دیا ہے ارشاد فرمایا: ''پس آپ کرلیں اپنا رخ دین اسلام کی طرف پوری یکسوئی سے (مضبوطی سے پکڑلیں) اللہ تعالیٰ کے دین کو جس کے مطابق اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا کوئی ردوبدل نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (سورۃ روم آیت 30)

قرآن کریم میں مذکور ہے کہ روز اول اللہ تعالیٰ نے ارواح انسانی سے پوچھا ('' کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں'') سب نے بیک زبان جواب دیا (بے شک ہمارا تو پروردگار ہے) یوں اس غلط فہمی کی بیخ کنی کردی کہ انسان فطرۃ ناپاک اور گمراہ ہے۔ قرآن کریم نے انسان کی عظمت اور اس کی فطرت کی ارجمندی کو ایک نئے عنوان سے بھی آشکارا کیا ہے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے نہاں خانہ دل میں ایک ایسی قوت رکھ دی ہے جو اسے نیکی پر ابھارتی ہے اور برائی سے روکتی ہے۔ اگر یہ نہیں رکتا تو قوت سراپا احتجاج بن کر سینہ تان کر اس کی راہ میں کھڑی ہو جاتی ہے۔ وہ اسے روند کر رہی گناہ کی وادی کی طرف پیش قدمی کرسکتا ہے۔ اس قوت کو قرآن کریم نے نفس لوامہ سے تعبیر کیا ہے اور اس کی عظمت کی قسم کھائی ہے۔ سرور عالم مرشد قلب ونظرؐ نے اس حقیقت کو بڑے پیارے انداز سے بیان فرمایا ہے۔ حضرت وابصہ بن معبدؓ ایک صحابی ہیں، بارگاہ نبوت میں نیکی اور گناہ کی حقیقت دریافت کرنے کیلئے حاضر ہوتے ہیں۔ نبی کریمؐ نے ان کے شوق فراواں کو دیکھا تو فرمایا: ''وابصہ! قریب آجاؤ''۔ جب وہ نزدیک بیٹھ گئے تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا: ''اے وابصہ! میں بتاؤں کہ تم کیوں آئے ہو یا تم خود ہی بتاؤ گے'' انہوں نے عرض کی: حضورؐ ہی ارشاد فرمائیں''۔ فرمایا ''وابصہؓ! تم مجھ سے نیکی اور گناہ کی حقیقت دریافت کرنے آئے ہو۔'' حضرت وابصہ نے عرض کی: ''سچ ہے یا رسول اللہؐ! وابصہ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے اپنی تین انگلیاں اکٹھی کر کے میرے سینے پر چوکیں اور فرمایا: ''اے وابصہ! اپنے دل سے پوچھا کر اور اپنے نفس سے فتویٰ لیا کر۔ نیکی وہ ہے جس سے دل اور نفس میں اطمینان پیدا ہو اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور نفس کو تردد میں ڈال دے اگرچہ لوگ تجھے اس کے جواز کا بھی فتویٰ دیں''۔ (مسند امام احمد جلد 2 صفحہ 228 مطبوعہ مصر)

کا ایک اور ارشاد گرامی بھی اس سلسلے میں بڑا بصیرت افروز ہے فرمایا: "بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے۔ اگر اس نے پھر اپنے آپ کو اس گناہ سے بیمہ کرلیا اور اس نے پھر وہی گناہ کیا تو وہ سیاہ داغ بڑھنے لگتا ہے، یہاں تک کہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔" ان ارشادات سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اسلام کے نزدیک انسان فطرۃً بدکار پیدا نہیں، بلکہ وہ صاف دل، پاک نفس پیدا ہوتا ہے۔

ہر فعل کسی مقصد کے حصول کیلئے کیا جاتا ہے۔ ہر قدم کسی منزل تک رسائی حاصل کرنے کیلئے اٹھایا جاتا ہے۔ اس لئے نظام اخلاق پر کاربند ہونے کا ضرور کوئی مقصد ہونا چاہیے۔ وہ مقصد کیا ہو۔ حکماء اور فلاسفہ عہد قدیم سے اب تک اس گرہ کو کھولنے میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔ بیسوں نظریے پیش کیے گئے۔ بزم فلسفہ وحکمت میں بھانت بھانت کی بولیاں سننے میں آتی ہیں لیکن بات بنتی نظر نہیں آتی۔ اسلام نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا ہے۔ قرآن نے اس کو زمین پر اپنے خالق کا خلیفہ بنایا ہے۔ فرشتوں نے اس کی عظمتوں کو سجدے کئے ہیں۔ اس لئے اس کے ضابطہ اخلاق کا مقصد کوئی گھٹیا چیز نہیں ہوسکتی۔ اس کا مقصد اس کے شایان شان ہونا چاہئے۔ ذاتی اغراض، شخصی مفادات، لذت وسرور ادنیٰ ترین مقاصد ہیں۔ اسلام یہ پسند نہیں کرتا کہ انسان کا دامن ان سے آلودہ ہو۔ چنانچہ اس آیت طیبہ سے حضور رحمت عالمؐ نے اس مقصد عظیم کا اعلان فرمایا جو مسجود ملائک کو زیب دیتا ہے۔ اور اے حبیبؐ! آپ اعلان کر دیجئے کہ میری نماز، میری عبادتیں، میری زندگی اور موت صرف اس اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے جو رب العالمین ہے"۔

نبی رحمتؐ نے اس امر کی وضاحت کی طرف توجہ نہیں دی کہ انسان کے اخلاق کا مقصد کیا ہے بلکہ اپنی ساری کوششیں اس حقیقت کو واضح کرنے کیلئے وقف فرمائیں کہ انسان کا مقصد حیات کیا ہونا چاہئے۔ اور اس نقطہ پر زور دیا ہے کہ رضائے الٰہی کے بغیر کوئی ایسی چیز نہیں جو انسان کا مقصد حیات بن سکے چنانچہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ان اہل ایمان کی توصیف کی گئی ہے جو اپنی جان اور اپنا مال رضائے الٰہی کیلئے قربان کردیا کرتے ہیں۔

CamScanner

اپنے آپ کو پہچاننے کا بیان

(ابو حامد امام الغزالیؒ)

اے عزیز اِس حقیقت کو اچھی طرح جان لے کہ اپنے آپ کو پہچاننا معرفت حق کی کنجی ہے۔ اسی واسطے کہا گیا ہے۔

من عرف عن نفسه فقد عرف ربه۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

سنریهم آیاتنا فی الافاق و فی انفسهم حتی یتبین لهم انه الحق۔ (حم السجدہ)

اے پیارے! ساری دنیا میں کوئی چیز تیرے مقابلہ میں تجھ سے زیادہ قریب نہیں۔ اگر اپنے آپ نہیں پہچانے گا تو اور کس کو جانے گا؟ اگر تو یہ کہے کہ ہم اپنے آپ کو پہچانتے ہیں تو غلطی کر گیا کیونکہ ایسی پہچان اللہ تعالیٰ کی معرفت کی کنجی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اِس طرح تو جانور بھی اپنے آپ کو پہچانتے ہیں جیسے تو اپنے ظاہری اعضاء، سر، منہ، ہاتھ، پاؤں اور گوشت کو پہچانتا ہے، اپنے باطن سے اتنا واقف ہے کہ بھوک کے وقت روٹی کھاتا ہے، غصہ میں ہوتا ہے تو کسی سے لڑ پڑتا ہے اور شہوت کا غلبہ ہو تو نکاح کر گزرتا ہے۔ اس بات میں جانوروں اور تجھ میں کوئی فرق نہیں۔ اصل میں تجھے یہ جاننا چاہیے کہ تو کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ کہاں جائے گا؟ یہاں کیوں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تجھے کیوں پیدا کیا تیری نیک بختی کس میں ہے اور بد بختی کس میں؟ جو صفات و عادات تیرے اندر ہیں ان میں سے بعض چرندوں اور پرندوں میں بھی ہیں اور بعض شیاطین میں ہیں اور بعض میں تو اور فرشتے برابر ہیں۔۔۔۔ تیری اصل کیا ہے اور کون کون سی صفات تیرے اندر عارتیہ ہیں جب تک تو یہ نہیں پہچانے گا سعادت حاصل نہیں کر سکے گا۔۔۔ اِن میں سے ہر ایک کی غذا جدا جدا ہے اور سعادت و نیک بختی کے اسباب و عوامل بھی جدا جدا ہیں۔ کھانا، پینا، سونا، موٹا اور قوی ہونا چار پایوں کی غذا اور سعادت ہے، اگر تو بھی چار پایہ ہے تو رات دن تیری یہی خواہش و کوشش ہوگی کہ تیرے پیٹ اور شرم گاہ کا کام بنے، مارنا اور مار ڈالنا جیسی چیزیں درندوں سے متعلق ہیں یہی اِن کی غذا اور سعادت ہے جبکہ شر اور حیلہ اور مکر و فریب شیطان کا کام ہے اگر تیرا تعلق شیاطین سے ہے تو تو بھی اِنہی کاموں میں مشغول رہ تا کہ تجھے آرام اور نیک بختی تیرے ہاتھ آئے۔ اللہ تعالیٰ کا جمال دیکھنا فرشتوں کی غذا اور سعادت ہے

چوپایوں اور درندوں کی صفات کا ان میں دخل نہیں۔ پس اگر تو فرشتوں سے ہے تو تو بھی کوشش کر کہ تو اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور تجھے اس کے جمال کا مشاہدہ نصیب ہو اور تجھے شہوت و غصہ سے رہائی نصیب ہو اور اس بات کی تلاش و جستجو میں اتنا منہمک ہو جا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے درندوں کی صفات تیرے اندر کیوں پیدا کیں؟ اس لئے کہ وہ تجھے اپنا قیدی بنائیں اور تجھ سے خدمت لیں اور دن رات تجھ سے بیگار لیں یا اس واسطے کہ تو انہیں اپنا قیدی بنائے اور تجھ کو سرفروش ہو تو اس میں تو انہیں تابع بنائے اور ایک کو بطور سواری اور دوسرے کو بطور ہتھیار استعمال کرے اور دنیا کی چند روزہ زندگی میں ان کو اپنے کام میں لائے۔ تا کہ ان کی مدد سے سعادت کا بیج تیرے ہاتھ لگے اور تو انہیں ماتحت و مغلوب رکھ کر مقام سعادت کی طرف متوجہ ہو جائے۔

•

خاص لوگ اس مقام کو جناب الٰہیت اور عوام جنت کہتے ہیں اور تیرا فرض ہے کہ تو یہ سب باتیں جانے تا کہ تجھے اپنی معرفت نصیب ہو اور جس نے ان حقائق کو نہ جانا دین سے ثبالت اس کا مقدر رہا اور وہ دین کی حقیقت سے محروم رہا۔

فصل:۔ اے پیارے اگر تو اپنے آپ کو جاننا چاہتا ہے تو تجھے یہ بات سمجھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے دو چیزوں سے پیدا کیا۔ ایک ظاہری ڈھانچہ جسے بدن کہتے ہیں اور جسے ظاہری آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے دوسرے باطنی حقیقت جسے نفس، دل اور جان کہا جاتا ہے اسے فقط باطن کی آنکھ سے پہچان سکتے ہیں ظاہر کی آنکھ سے اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ یہی باطنی معنی تیری حقیقت ہے اس کے سوا جو چیزیں ہیں وہ اس کی تابع اور خدمت گار ہیں اور ہم اس حقیقت کو دل کہتے ہیں۔ ہم جب دل کی بات کہیں گے تو اس سے انسان کی حقیقت مراد ہوگی۔ اس حقیقت کو کبھی روح کہتے ہیں کبھی نفس اور دل سے وہ گوشت کا لوتھڑا مراد نہیں جو سینہ میں بائیں طرف موجود ہے کیونکہ وہ تو جانوروں اور مُردوں کے بھی ہوتا ہے۔ اس دل کو جو حقیقت انسان ہے ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے، جو چیز ظاہری آنکھ سے دیکھائی دے اس کا تعلق اس عالم سے ہے جس کو عالم شہادت کہا جاتا ہے اور دل کی حقیقت کا اس عالم سے کوئی تعلق نہیں ہاں اس عالم میں مسافرانہ طور پر آیا ہے اور بس۔

ظاہری گوشت کا لوتھڑا اس دل کی سواری اور ہتھیار اور بدن کے سب اعضاء اس کا لشکر ہیں

وہ تمام بدن کا بادشاہ اور افسر ہے، اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے جمال کا مشاہدہ اس کی
صفت ہے اور یہی عبادت کا مکلف ہے خطاب اسی کو ہوتا ہے اور ثواب و عذاب کا تعلق بھی
سے ہے۔ سعادت شقاوت اسی سے متعلق ہیں اور ان تمام باتوں میں بدن اس کا تابع ہے
کی حقیقت اور صفات کا پہچاننا اللہ تعالیٰ کی معرفت کی کنجی ہے۔

اے پیارے! تجھے ایسی کوشش کرنی چاہیے کہ تو اس کو پہچانے کیونکہ وہ ایک عمدہ گوہر
اس کا تعلق ملائکہ کی جنس سے ہے۔ بارگاہ ربوبیت اس کا معدن اصلی ہے، اسی سے وہ آیا
وہیں اس نے جانا ہے۔ کیونکہ یہاں اسکی آمد محض مسافرانہ ہے۔ اس مسافرت کے دور میں
تجارت و زراعت میں مشغول رہتا ہے۔ اِن کے معانی آگے بیان ہوں گے انشاء اللہ۔

فصل۔ اے پیارے! یہ سمجھ لے کہ جب تک تو دل کی ہستی کو نہ جانے گا اس کی حقیقت
نہیں پہچان سکے گا۔ پہلے تو دل کی ہستی کو جان پھر اس کی حقیقت کو پہچان۔ اس کے بعد دل کا لشکر
معلوم کر اور پھر دل اور اس کے لشکر کے باہمی تعلق کو سمجھ پھر اس کی صفت پہچان کہ اللہ تعالیٰ کی
معرفت اسے کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ اور وہ معرفت سے سعادت تک کس طرح پہنچتا ہے؟ ان
میں سے ہر ایک کا بیان آگے آئے گا؟ لیکن جہاں تک دل کی ہستی کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ اپنی
ہستی میں تو آدمی کو کوئی شک نہیں اور اس کی ہستی کا دارومدار اس کے ظاہری ڈھانچے پر نہیں اس
واسطے کہ یہ بدن تو مردہ کی مانند ہے اور دل سے ہمارا مقصد روح کی حقیقت ہے جب روح نہ ہو
گی تو بدن مردہ ہوگا۔

اگر کوئی اپنی آنکھ بند کرے اور اپنے ظاہری خاکے اور دنیا و مافیھا کو جسے آنکھ سے دیکھ سکتے
ہیں بھلا دے تو اپنی ہستی کو ضرور پہچان لے اگرچہ اپنے کالبد اور دنیا و مافیھا سے بے خبر ہو لیکن
اپنے آپ کو ضرور جان لے گا کیونکہ اصل جاننا تو دل ہی کا ہے اور اگر کوئی اس معاملہ میں خوب غور
کرے تو آخرت کو بھی حقیقت پہچان لے اور اسے معلوم ہو جائے کہ جب اس کا بعد چھین لیں
گے تو اس کا قائم رہنا فنا نہ ہونا مناسب و روا ہے۔

فصل! دل کیا ہے اور اس کی خاص صفت کیا ہے؟ اس کے بیان کرنے کی شریعت نے
اجازت نہیں دی۔ اسی واسطے جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی کوئی تشریح نہیں فرمائی اور اللہ تعالیٰ
کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی۔

ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی ٥ (بنی اسرائیل)
یعنی روح اللہ تعالیٰ کا امر ہے اس سے زیادہ کہنے کی اجازت نہیں۔

الا لہ الخلق والامر۔ (الاعراف)

عالم خلق اور عالم امر جدا جدا ہیں۔ جس چیز میں ناپ، مقدار اور کمیت کا دخل ہو اسے عالم خلق کہتے ہیں اس واسطے کہ لغت میں خلق کا معنی اندازہ کرنے کا ہے اور آدمی کے دل کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے وہ تقسیم قبول نہیں کرتا اگر وہ تقسیم کے قابل ہوتا تو اس میں بیک وقت کسی ایک ہی چیز کے متعلق جہالت اور علم کا موجود ہونا درست ہوتا اور ایک ہی وقت میں وہ اس کا عالم بھی ہوتا اور جاہل بھی! جبکہ یہ باتیں بالکل محال ہیں۔ باوجودیکہ روح تقسیم نہیں ہوتی اور مقدور کا اس میں دخل نہیں لیکن ہے وہ مخلوق ہی کیونکہ وہ پیدا کی گئی ہے اور جیسا کہ خلق کا معنی اندازہ کرنے کا ہے اسی طرح اس کا معنی پیدا کرنا بھی ہے تو اس معنی کے اعتبار سے روح کا تعلق عالم خلق سے ہے اور جہاں تک دوسرے معنی کا تعلق ہے تو اس کے اعتبار سے روح عالم امر سے ہے خلق سے نہیں اس واسطے کہ عالم امر سے مراد وہ چیزیں ہیں جن میں ناپ اور اندازہ کو دخل نہیں ہوتا۔

جو لوگ روح کو قدیم سمجھتے ہیں ان کا خیال بالکل غلط ہے اور جو روح کو عرض کہتے ہیں وہ بھی غلط کہتے ہیں۔ کیونکہ عرض خود قائم نہیں ہوتا۔ بلکہ دوسرے کے تابع ہوتا ہے اور روح آدمی کیلئے اصل ہے اور بدن اس کا تابع ہے تو روح عرض کیسے ہوئی؟

اور جن لوگوں نے روح کو جسم کہا انہیں بھی دھوکا ہوا کیونکہ جسم ٹکڑے ہو سکتا ہے بخلاف روح کہ وہ ٹکڑے نہیں ہو سکتی۔ ایک چیز اور ہے جسے روح کہتے ہیں اور وہ ٹکڑے بھی ہو سکتی ہے اور جانوروں میں ہوتی ہے لیکن جس روح کو ہم دل کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا محل ہے اور جانور اس روح سے محروم ہیں۔ وہ نہ تو جسم ہے اور نہ عرض بلکہ فرشتوں کی جنس سے ایک جوہر ہے جس کی حقیقت کا جاننا دشوار ہے اور اس کی تفصیل کی اجازت نہیں اور راہ دین میں چلنے والے کو اس کے پہچاننے کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ اس راہ میں محنت اور مشقت درکار ہے جب کوئی شخص کما حقہ محنت مشقت کرے گا تو یہ پہچان اسے خود بخود حاصل ہو جائے گی۔ یہ معرفت من جملہ اس ہدایت کے ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔

والذین جاھدوا فینالندینھم سبلنا۔ (العنکبوت)

اور جس نے محنت و مشقت کا حق ہی ادا نہیں کیا اسے روح کی حقیقت بتلانا اور سمجھانا درست

نہیں۔ البتہ مجاہدہ اور ریاضت سے پہلے دل کے لشکر کا جاننا ضروری ہے۔ جو لشکر کو نہیں جانے گا

وہ جہاد کیا خاک کرے گا۔

فصل:۔ اے پیارے! اس بات کو سمجھ لے کہ بدن دل کی مملکت ہے اور اس مملکت میں دل

کے مختلف لشکر ہیں۔

وما یعلم جنود ربك الا هو (المدثر)

اس آیت سے یہی مراد ہے۔ دل کو آخرت کیلئے پیدا کیا گیا ہے اور سعادت کی تلاش اس کا کام ہے اور اس کی سعادت اللہ تعالیٰ کی معرفت پر موقوف ہے اور صانع کی معرفت مصنوعات سے اس کو حاصل ہوتی ہے اور اس کا تعلق عالم حس سے ہے اور عجائبات عالم کی معرفت ظاہر و باطن کے حواس سے اسے حاصل ہوتی ہے اور جہاں تک حواس کا تعلق ہے انہیں بدن کے ساتھ ثبات ہے۔ معرفت دل کا شکار اور حواس پھندا جبکہ بدن سواری اور پھندے کا اُٹھانے والا ہے۔ اس واسطے دل کے لئے کالبد کی ضرورت ہوئی اور کالبد پانی مٹی گرمی اور ہوا سے مل کر بنا ہے اس واسطے اس کی طاقت کم ہے۔ باطن میں بھوک اور ظاہر میں آگ اور پانی جیسے دشمن درندوں کے سبب اس کے لئے خطرہ ہلاکت ہے اس وجہ سے اس کو کھانے پینے کی حاجت ہوئی۔ اور دو لشکروں کی اسے ضرورت محسوس ہوئی۔ ایک ظاہری لشکر جیسے ہاتھ، پاؤں، منہ، دانت اور معدہ دوسرا باطنی لشکر جیسے بھوک اور پیاس۔ ظاہری دشمن سے بچنے کے لئے دو لشکروں کی ضرورت محسوس ہوئی ہاتھ پاؤں جیسے ہتھیار تو ایک ظاہری لشکر ہے جبکہ غصہ اور خواہش باطنی لشکر!

چونکہ بے دیکھے چیز مانگنا اور ان دیکھا دشمن ہانکنا ممکن نہ تھا اس لئے ظاہری اور باطنی حواس کی ضرورت محسوس ہوئی دیکھنا، سننا، سونگھنا، چکھنا اور چھونا پانچ ظاہری حواس ہیں۔ اور خیال، تفکر، حفظ، توہم اور تذکر کی خوبیں جو دماغ سے متعلق ہیں پانچ باطنی حواس ہیں۔ ہر قوت کا خاص کام ہے اور ایک قوت میں خلل پڑ جائے تو آدمی کے دین و دنیا کے کاموں میں خلل پڑتا ہے۔ یہ تمام ظاہری اور باطنی لشکر دل کے اختیار میں ہیں اور دل سب کا بادشاہ ہے۔ زبان، ہاتھ، پاؤں، آنکھ، قوت، تفکر سب دل کے حکم سے کام کرتے ہیں اور سب کو اللہ تعالیٰ نے خوشی سے دل کا تابع بنایا ہے۔ تاکہ بدن کی حفاظت کریں اور دل اپنا توشہ لے لے اور اپنا شکار پکڑ لے اور آخرت کی

عبادت کو پورا کرے اور سعادت حاصل کرے۔ یہ لشکر دل کی ایسی اطاعت کرتے ہیں جیسے فرشتے اللہ تعالیٰ کی اطاعت خوشی سے کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے۔

فصل:۔ دل کے لشکر کی تفصیل بہت طویل ہے اے پیارے تجھے اصل مطلب ایک مثال سے معلوم ہو جائے گا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ بدن گویا ایک شہر ہے ہاتھ پاؤں اس شہر کے ارباب پیشہ ہیں، خواہش اس کا عامل، غصہ کوتوال، دل بادشاہ اور عقل وزیر ہے۔ بادشاہ کو امور مملکت کے لئے اِن سب کی ضرورت ہے لیکن خواہش جو عامل کا مقام رکھتی ہے جھوٹی بھی ہے اور زیادتی کرنے والی بھی۔ عقل جو وزیر کی مانند ہے۔ ہمیشہ اس کے خلاف کہتی اور چلتی ہے اور ہمیشہ یہی چاہتی ہے کہ سلطنت میں جتنا مال ہے سب خراج کے بہانے ہتھیا لے اور غصہ جو کوتوال کی مانند ہے نہ صرف شریر بلکہ تند خو اور تیز بھی ہے، مار ڈالنا اور زخمی کرنا اس کی عادت ہے اور یہی باتیں اسے بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ جس طرح بادشاہ سب باتوں میں وزیر سے مشورہ کرتا ہے اور جھوٹے، طمع دار عامل کی گوشمالی کرتا رہتا ہے اور وزیر کی رائے کو اِس رائے پر ترجیح دیتا ہے اور کوتوال کو اس پر متعین کرتا ہے تاکہ اِس کو زیادتی سے باز رکھے اور ضرورۃً کوتوال کو بھی دباؤ میں رکھتا ہے تاکہ وہ بھی حد سے تجاوز نہ کرے اسطرح سلطنت کا نظام صحیح رہتا ہے۔

اسی طرح دل جو مانند بادشاہ ہے اگر وزیر یعنی عقل سے مشورہ کرے اور خواہش وغصہ کو رام کر کے عقل کو اپنے لئے تو محکوم بنائے لیکن اِنسے ان کا محکوم نہ بنائے تو بدن کا نظام سلطنت بھی درست رہے گا اور سعادت کی راہ میں چل کر بارگاہ الوہیت میں بے روک ٹوک پہنچ جائے گا اور اگر عقل غصہ اور خواہش کی قیدی بن گئی تو ملک تباہ ہو جائے گا اور بادشاہ یعنی دل ہلاک ہو جائے گا۔

فصل:۔ یہ سب کچھ جو بیان کیا گیا اِس سے یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ خواہش اور غصہ کو اکل و شرب اور بدن کی حفاظت کیلئے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے گویا یہ بدن کے خدمت گار ہوئے اور کھانا پانی بدن کا چارہ اور خوراک ہے اور بدن کو حواس کا بوجھ اُٹھانے کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو بدن حواس کا خادم ہوا اور حواس عقل کیلئے جاسوس ہیں تاکہ اِن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب صنعتوں کو پہچانے تو حواس عقل کے خادم ہوئے اور عقل دل کے لئے ہے تاکہ دل کے لئے شمع و چراغ کا کام دے اور اِس کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کا جمال دل کو نظر آئے کہ یہی دل کی جنت ہے تو عقل دل کی خادمہ ہوئی اور دل کو جمال الٰہی کے نظارے اور دید کے لئے پیدا کیا ہے۔

جب دل اس نظارہ و دید میں مشغول ہوا تو بندہ بارگاہ ربوبیت کا خادم بنا اور یہی معنی ہے

کے اس قول کا جس کے الفاظ ہیں۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ (الذاریات)

اور دل کو پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے اسے سلطنت، لشکر اور سواری عطاء فرمائی تا کہ

سے عالم بالا کی سیر کرے۔ اگر کوئی اس نعمت کا حق ادا کرنا اور حق بندگی ادا کرنا چاہتا

اسے چاہیے کہ بادشاہ کی طرح سلطنت کی مسند پر براجمان ہو اور بارگاہ ربوبیت کو اپنا مقصد

بنائے اور آخرت کو اپنا حقیقی وطن تصور کرے اور دنیا کو محض عارضی منزل سمجھے نیز بدن کو

ہاتھ پاؤں کو خادم، عقل کو وزیر، خواہش کو مال کا نگہبان، غصہ کو کوتوال اور حواس کو جاسوس

ایک کو مناسب کام پر لگائے تا کہ وہاں کی خبریں لائیں اور قوت خیال جو دماغ میں اگلی طرف

اسے اخباری ہرکاروں کا افسر اعلیٰ بنائے، تا کہ جاسوس تمام اخباری رپورٹیں اس کے ہاں

اور قوت حافظہ جو دماغ میں پچھلی طرف ہے اس کو خبروں کا محافظ بنائے تا کہ وہ ان کی حفاظت

سکے اور انہیں محفوظ رکھے اور حسب ضرورت وقت پر عقل جو وزیر ہے اس کے سامنے بیان کر

اور وزیر ان سب چیزوں کو جو سلطنت کے مختلف حصوں سے اسے پہنچتی ہیں ملک کا انتظام

بادشاہ کے سفر کا پروگرام بنائے وزیر اگر کسی وقت یہ دیکھے کہ لشکر میں سے کوئی مثلاً غصہ یا خواہش

وغیرہ بادشاہ کی اطاعت سے پھر گیا ہے اور بغاوت پر آمادہ ہے تو جہاد کی تدبیر کرے تا کہ وہ

راست پر آ جائے۔ حتی الوسع مار ڈالنے سے گریز کرے کیونکہ نظام سلطنت کے لئے ہر ایک کا وجود

اپنی اپنی جگہ ضروری ہے بلکہ حکمت عملی و مصلحت سے سب کو قابو رکھے تا کہ جو اُخروی سفر آنے والا

ہے اس میں وہ یار و مددگار ثابت ہوں نہ کہ دشمن بن کر چوری، ڈکیتی پر اُتر آئیں۔ اس طرح وہ

سعید اور نیک بخت ہوگا اور حق نعمت ادا کرنے والا ہوگا اور اس خدمت کے عوض اسے کامیابی کا

تاج نصیب ہوگا اور اگر اس کے خلاف ہوا تو باغیوں اور مجرموں میں سے ہو جائے گا اور نمک

حرامی کا ارتکاب کر کے شقی و بد بخت ہو جائے گا اور اس بداعمالی کی سخت سزا پائے گا۔ (جاری)

☆☆☆☆☆

اسلامی تصوف میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش

(پروفیسر یوسف سلیم چشتی)

اسلامی تصوف کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صوفی کو سب سے پہلے یہ تلقین کی جاتی ہے کہ

(الف)۔ اللہ کے سوا کسی شخص میں خواہ وہ نبی یا رسول، غوث ہو یا قطب، کوئی قدرت نہیں ہے۔

(ب) غیر اللہ سے استمداد درکنار، اس کی طرف متوجہ ہونا بھی سالک کے لئے مضر ہے۔ ہر وقت اللہ کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ اسی کو تَبَتُّل کہتے ہیں۔

(ج) **ماشاء اللّٰہ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ** ۔ جب تک اللہ قوت عطا نہ کرے، کسی شخص میں فعل کی قوت پیدا نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ سرآمد موحدین رئیس المتقین حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی اپنی تصنیف فتوح الغیب میں مقالہ سوم میں فرماتے ہیں۔

لَا نَا عِلَ فِی الحَقِیقَةِ اِلَّا اللّٰہo۔

یعنی درحقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا اس کائنات میں کوئی فاعل نہیں ہے۔

سارا قرآن از اول تا آخر اس حکم سے معمور ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو مت پکارو، صرف دو تین آیتیں درج کرتا ہوں۔

وَلَا تَدۡعُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنۡفَعُكَ وَ لَا یَضُرُّكَ o

اور اللہ کو چھوڑ کر کسی کو مت پکارو کیونکہ من دون اللہ جو بھی ہے (خواہ وہ رسول ہو یا ولی) وہ نہ تجھے نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان (سورہ یونس آیت ۱۰۶)

وَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَo لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۔

اور اللہ کے سوا کسی دوسرے اِلٰہ کو مت پکارو (کیونکہ) اللہ کے سوا اس کائنات میں دوسرا اِلٰہ (نافع یا ضار) موجود ہی نہیں ہے۔ (۲۸،۸۸)

فَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ فَتَکُوۡنَ مِنَ الۡمُعَذَّبِیۡنَ

پس اللہ کے ساتھ کسی دوسرے اللہ کو مت پکارو۔ اگر ایسا کرے گا تو بلا شبہ تو عذاب پانے والوں میں ہو جائے گا۔ (۲۶۔۲۱۳)

قرامطہ کا مقصد مسلمانوں کو توحید سے منحرف کر کے مشرکین کی صف میں داخل کرنا تھا اسی لئے ان کے روحانی اور دینی پیشوا عبداللہ ابن سباء نے حضرت علیؓ کو خدا بنایا اور اگرچہ حضرت علیؓ

نے اِسے قتل کرادیا مگر وہ مرتے مرتے شرک کا بیج اسلام کی سرزمین میں بو گیا۔ قرامطہ اسی بیج کا درخت تھا جس کے اثمارِ تلخ سے ہم چودھویں صدی میں مستفید ہو رہے ہیں۔

اسلام کی امتیازی صفت یہ تھی کہ یہ دین انسان پرستی کی لعنت سے پاک تھا۔ عبداللہ ابن سبا، اور اِس کے جانشینوں القداح اور حمدون نے اِنتہائی چابکدستی کے ساتھ اِسلام کو اِسی امتیازی صفت سے محروم کر دیا۔ ہندوؤں کے یہاں رام اور کرشن خدا کے اوتار ہیں قرامطہ کے یہاں اسماعیل اور علی خدا کے اوتار ہیں وہ بوقت مصیبت رام کو پکارتے ہیں اور یہ بوقت مصیبت علیؓ کو پکارتے ہیں۔ خدا وہاں بھی معطل ہے یہاں بھی، اِنہی قرامطہ کی تقلید میں اکثر مسلمان حضرت علیؓ کو مشکل کشاء سمجھتے ہیں اور ہر مشکل کے وقت خدا کے بجائے انہیں پکارتے ہیں اور جو مسلمان اِنہیں اِس فعل سے منع کرتا ہے اِسے ''وہابی'' کہتے ہیں۔

قرامطہ نے صوفی بن کر مسلمانوں کو جس حد تک گمراہ کیا، عمل صالح اور جدوجہد سے بیگانہ بنایا۔ اس کا اندازہ اِس بات سے ہوسکتا ہے کہ اُنہوں نے ''نادِعلیا'' سے دنیا جہان کی تاثیر منسوب کر دی میں اپنے دل پر جبر کر کے بلکہ پتھر کی سل رکھ کر جواہر غیبی سے اِن کلمات کے خواص نقل کرتا ہوں:۔

''خواص ایں کلمات بسیار است''

۱۔ اگر مسحور ہفت بار بر آب چاہ نجواند واز اں غسل کند، سحر باطل شود۔

۲۔ اگر اول ساعتِ جمعہ چہل دہشت بار نجواند با ہر کہ سخن راند، محبّ او شود۔

۳۔ اگر از دشمن خوف باشد ہر روز ہفاد بار نجواند، دشمن مقہور شود۔

۴۔ برائے اخلاصِ محبوس ہر روز شصت بار نجواند۔

۵۔ برائے حصولِ دولت ہر بامدار صدر بار نجواند۔

۶۔ برائے رویت آنحضرت صلعم ہر شب سہ ہزار بار نخواند۔

۷۔ برائے کشفِ کنوز واسرار غیب چہل روز، ہر روز شعت و ہفت بار خواند۔

۸۔ برائے تحصیل علوم ہر روز ہفتاد بار خواند۔

۹۔ برائے بغض وعداوت میانِ دو شخص بست و چہار بار نخواند۔

۱۰۔ برائے تحصیل مرادات ہر روز بسنت و چہار بار بخواند صفحہ ۶۴۱، صفحہ ۶۴۲۔

بخوف طوالت صرف اِنہی خواص پر اکتفار کرتا ہوں، کتاب میں اسی قدر خواص اور بھی مرقوم

ہیں اِن خواص پر تنقید کی بجائے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اِسی قسم کے تصوف نے مسلمانوں کو قوت عمل سے محروم کر دیا۔ یہ سوال خارج از بحث ہے کہ اِن کلمات میں یہ تاثیر کہاں سے ثابت ہے کیونکہ اس قسم کے اسرار ورموز فہم انسانی سے بالاتر ہیں۔

ایک بات اور عرض کروں۔ اِس روایت کے واضع نے کمال دانائی سے حضرت علیؓ کا مرتبہ سرکارِ دو عالم صلعم سے بڑھا دیا اور واضع کا اصلی مقصد یہی تھا کہ مرکز توجہ حضور انور صلعم کی جانب سے ہٹ کر حضرت علیؓ کی طرف منتقل ہو جائے نہ اللہ سے تعلق باقی رہے نہ رسول سے۔

یہ ایک روایت ہے اُن صد ہا روایات لایعنی میں سے جنہوں نے مسلمانوں کے عقائد میں شرک کی آمیزش کر دی اور قرامطہ نے یہ کارنامہ تصوف کا لبادہ اُوڑھ کر انجام دیا عوام جب اُن کی مجلسوں میں جاتے تھے تو یہ لوگ پہلے اِن کو اپنے ظاہری تقدس سے مسحور کرتے تھے۔ پھر اِن کے عقائد کو غیر اسلامی تصوف کے سانچے میں ڈھال دیتے تھے۔

نظر اُن کی رہی مجلس میں بس حشو و زوائد پر
گرا کیں چپکے چپکے بجلیاں دینی عقائد پر

اگر تصوف اسی بات کا نام ہے کہ مسلمان خدا پرستی کے بجائے شخصیت پرستی میں مبتلا ہو جائے تو ایسے تصوف سے ہر سچا مسلمان ہزار بار اللہ کی پناہ طلب کرے گا۔

قرامطہ نے فصوص الحکم، فتوحاتِ مکیہ، مثنوی مولانا روم احیاء العلوم اور دوسری مشہور کتابوں میں اپنی طرف سے عبارتیں اور اشعار داخل کر دیئے بلکہ بہت سے کتابیں خود لکھ کر بعض بزرگوں کے نام سے منسوب کر دیں۔ مثلاً ایک دیوان حضرت علیؓ سے منسوب کر دیا۔ بہت سی رباعیات مختلف صوفیوں سے منسوب کر دیں۔ مثلاً یہ مشہور رباعی حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ سے منسوب کر دی۔

شاہ است حسینؓ بادشاہ ہست حسینؓ
دین است حسینؓ دیں پناہ ہست حسینؓ
سر داد نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا اِلہ ہست حسینؓ

قرامطہ نے بہت سی غزلیں مولانا روم کے دیوان میں شامل کر دیں جس کا نام دیوان شمس

تحریز ہے۔ ایک غزل کے چند اشعار ذیل میں درج کرتا ہوں۔

شاہے کہ ولی بودو وصی بود علی بود
سلطانِ سخاو کرم وجود علی بود
ہم اول و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن
ہم موعد وہم و عدہ و موعود علی بود
گویند ملک ساجد و مسجود بُد آدم
ازمن بشنو ساجد و مسجود علی بود
ہم آدم وہم شیث وہم ایوب وہم ادریس
ہم یوسف وہم یونس وہم ہود علی بود
جبریل کہ آمد ز برخالق بیچوں
درپیش محمدؐ شدو مقصود علی بود
ایں کفر نباشد سخن کفر نہ این است
تاہست علی باشد و تابود علی بود

مرشد رومی ہرگز یہ غزل نہیں لکھ سکتے تھے کیونکہ دوسرے شعر کا پہلا مصرع بفوائے نفس قرآنی هوالاول والاخر والظاہر والباطن ۔ اللہ تعالیٰ کی صفات پر شاہد ہے اور کوئی مسلمان اِس نص کو غیر اللہ کی ذات پر منطبق کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جو حضرت علیؓ کو خدا یا خدا کا اوتار سمجھتا ہے اور عبداللہ ابن سباء کی اور اِس کے تتبعین القداح اور قرمطہ کی تعلیم کا سنگ بنیاد ہی الوہیت علیؓ کا عقیدہ ہے لہٰذا یہ غزل انہی کے پیرو لکھ سکتے ہیں۔

چند اشعار اور بھی درج کرتا ہوں۔

اول و آخر توئی ظاہر و باطن توئی
مظہر عالم توئی شاہ سلام علیک
باحیدر خود حیدرم بیروں زحیدر کافرم
حق را بحق من عرف ازشاہ مرداں یافتم

اے رہنمائے مومناں، اللہ مولانا علیؓ
اے عیب پوش و غیب دان اللہ مولنا علیؓ
قاضی و شیخ محتسب دارو بدل بغض علیؓ
ہرسہ شد نداز دیں بری اللہ مولانا علیؓ

مرشد رومی یہ اشعار ہرگز نہیں لکھ سکتے تھے کیونکہ عیب پوش اور غیب دان یہ اللہ کی صفات ہیں نہ کہ حضرت علیؓ کی۔

دیوانِ شمس تبریز جلالی ہمائی نے جو مقدمہ لکھا ہے اِس میں اِن اشعار کو الحاقی قرار دیا ہے۔
(دیکھو مقدمہ صفحہ ۶۷، دیوان شمس تبریز مطبوعہ طہران ۱۳۳۵ھ شمسی)

خواجہ اجمیریؒ یا مرشد رومیؒ کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا حقیقت ہے، قرامطہ اور ان کے ہم خیالوں نے تو اِس قدرت جسارت کی کہ اپنے مزعوماتِ باطلہ احادیث نبویؐ کے لباس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر دیئے۔ منجملہ اِن کے یہ حدیث ہے جو ترمذی میں بھی موجود ہے۔

انا مدينة العلم يا انا دار الحكمة و علي بابها۔

شیخ السلام آیۃ، من آیات اللہ مجاہد اعظم حضرت سیدی و شیخی و مولوی سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ العزیز مکتوب نمبر ۷۵ میں صفحہ ۱۷۹ اور صفحہ ۱۸۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ روایت نہ تو صحیحین میں ہے اور نہ روایت کا ذکر کرنیوالے اِس کی تصحیح فرماتے ہیں"

ترمذیؒ نے بھی روایت کرنے کے بعد کلام کیا ہے کہ بعض علماء نے یہ حدیث شریک تابعی سے روایت کی ہے مگر علمائے حدیث اِس کو ثقات میں سے نہیں پہچانتے۔ سوائے شریک کے علامہ ابن جوزی نے موضوعات میں اس کے جملہ طرق پر یقین کے ساتھ باطل ہونے کا حکم دیا ہے۔ ایک جماعت محدثین کی اِس کے موضوع ہونے کی قائل ہے۔ امام الجرح والتعدیل یحیٰی بن معین صاف فرماتے ہیں کہ اِس روایت کی سرے سے کوئی اصل ہی نہیں ہے۔ طاہر پٹنی نے بھی اِس کی صحت کا انکار کیا ہے۔۔ امام العصر مولانا انور شاہ صاحبؒ بھی روایت کی صحت کو تسلیم نہیں فرماتے (حاشیہ از مولنا نجم الدین صاحب اصلاحی مرتب مکتوبات شیخ الاسلام)، (ماخوذ از مکتوبات شیخ الاسلام حصہ اول، اردو بک اسٹال لاہور)

صوفیہ کے اشعار میں تدسیس اور الحاق کی وبا اس قدر عام ہو چکی تھی کہ جب مولانا جامیؒ بغداد

آ ئے تو ان دنوں وہاں روافض کا ہجوم تھا انہوں نے مولانا کی کتاب ''سلسلۃ الذہب'' پر
اعتراضات کئے تھے ایک رافضی نے حضرت علیؓ کی شان میں چند مبالغہ آمیز اشعار لکھ کر مولانا
سے منسوب کر دیئے۔

ایک دن جامع مسجد بغداد میں مجلس مناظرہ قائم ہوئی جس کا مقصد یہ تھا کہ روافض اپنے
اعتراضات پیش کریں گے مگر پہلے اِن اشعار پر اعتراض ہوا جو ایک رافضی نے مولانا سے منسوب
کر دیئے تھے۔ سنی علماء نے ان اشعار پر اعتراض کیا۔

اِس داستان کی تفصیل کیلئے دیکھو حیات جامی مولفہ ڈاکٹر علی اصغر حکمت مطبوعہ طہران صفحہ ۱۳
مجھے اِس واقعہ سے صرف یہ دکھانا مقصود تھا کہ اسمٰعیلیہ قرامطہ اور روافض کا یہ محبوب مشغلہ
کہ وہ صوفی شعراء کے کلام میں حضرت علیؓ کی شان میں ایسے مبالغہ آمیز اشعار جن سے الوہیت
پر استدلال ہو سکے۔ اپنی طرف سے شامل کر دیا کرتے تھے۔

اگر یہ سوال ہوا کہ انہیں اِس کی جرات کیسے ہوتی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمام صوفی سلسلے
اور تمام صوفی افراد بلا استثناء احدے حضرت علیؓ کو نہایت مکرم، محترم اور لائق توقیر سمجھتے ہیں۔ اس
کی خاص وجہ یہ ہے کہ سلاسل اربعہ میں سے تین سلسلے حضرت علیؓ پر منتہی ہوتے ہیں۔ لہٰذا صوفی
شعراء نے جہاں خلفائے ثلاثہ کی منقبت میں زورِ قلم صرف کیا ہے وہاں حضرت علیؓ کی منقبت میں
بھی اپنی عقیدت کا مظاہرہ کیا ہے اِس لئے روافض اور قرامطہ کو مبالغہ آمیز اشعار شامل کلام کرنے
میں کوئی دشواری پیش نہیں آ سکتی تھی۔ فرض کیجئے مولانا جامی نے اکیس شعر کی ایک نظم حضرت علیؓ
کی شان میں لکھی تو اگر کوئی شخص دو تین ایسے شعر جن میں حضرت علیؓ کو خدا بنا دیا گیا ہو۔ اِس نظم میں
چپکے سے شامل کر دے (اور اسی کو تدسیس کہتے ہیں) تو کیا دشواری لاحق ہو سکتی ہے؟

قرامطہ نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے جہاں اور ہتھکنڈے اِستعمال کئے وہاں یہ حربہ
بھی استعمال کیا کہ اپنی مجلسوں میں مسلسل اِس گمراہ کن عقیدے کی تبلیغ کی کہ شریعت اور طریقت
دو جداگانہ چیزیں ہیں اور جب ایک شخص طریقت کے دائرے میں قدم رکھتا ہے تو اِس کے لئے
شریعت کی پابندی لازمی نہیں رہتی۔ جی چاہے پابندی کرے جی چاہے نہ کرے۔ (جاری)

ایک دفعہ کا ذکر ہے

(جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی وفاقی شرعی عدالت)

عیسائی مشنریوں نے ہندوستان میں اپنی اسلام دشمن سرگرمیاں تیز کر رکھی تھیں۔ پادری ر (REV-C-C-P-FONDER) عیسائیوں کا سرکردہ تھا وہ جگہ جگہ اسلام کے خلاف ں تقریریں کر رہا تھا، اِن کی وجہ سے مسلمانوں میں خوف وہراس پیدا ہو رہا تھا۔ پادری علماء کی شی سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے تھے۔

حضرت مولانا کیرانویؒ نے محسوس فرمایا کہ اِس سیلاب کا موثر مقابلہ اُس وقت تک نہ ہو سکے ب تک کہ پادری فانڈر کے ساتھ کسی مجمع میں فیصلہ کن مناظرہ کر کے عیسائیت کی کمر نہ توڑ دی ے، تاکہ عوام کے دلوں میں عیسائیت کا جو خوف مسلط ہونے لگا ہے وہ بالکل دور ہو جائے اور یان لیں کہ دلیل وحجت کے میدان میں عیسائیت کے اندر کتنی سکت ہے؟

چنانچہ مولاناؒ اپنے دوست مولوی محمد امیر اللہ صاحب میر مختار راجہ صاحب بنارس کی معرفت ی فانڈر سے ملنے تشریف لے گئے تاکہ مناظرہ کیلئے گفتگو کریں، پادری مکان پر نہ ملے، ہ ۲۳ مارچ ۱۸۵۴ء سے حضرت مولاناؒ نے پادری فانڈر سے خط وکتابت شروع کی، فانڈر ع میں پہلوتہی کرتا رہا۔ بالآخر ۷ اپریل ۱۸۵۴ء کے آخری خط میں مناظرہ طے پا گیا، طرفین اتفاق سے ابتدائی مراحل کی تکمیل کے بعد پیر کے دن ۱۱ رجب ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۸۵۴ء کو علی الصباح کٹرہ عبدالمسیح اکبر آباد آگرہ میں مناظرہ کا پہلا اجلاس منعقد ہوا، حضرت ناؒ کے ساتھ جناب ڈاکٹر محمد وزیر خاں صاحب مرحوم معاون تھے اور فانڈر کے ساتھ پادری ج، مناظرہ کی مجلس میں پہلے دن حاکم صدر دیوانی مسٹر اسمتھ، صدر صوبہ، بورڈ مسٹر کرسچن سیکنڈ، ریٹ علاقہ فوج مسٹر ولیم، ترجمانِ حکومت مسٹر لیڈلی، پادری ولیم گلبن، مفتی ریاض الدین حب، منشی خادم علی صاحب مہتمم مطلع الاخبار وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

ان کے علاوہ تقریباً چھ سو مسلمان، عیسائی، ہندو اور سکھ موجود تھے، مناظرے کے لئے پانچ ل طے ہوئے تھے۔ تحریف، بائبل، وقوعِ نسخ، تثلیث، رسالت محمد ﷺ اور حقانیتِ قرآن شرط یہ طے پائی تھی کہ اگر مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ غالب آئے تو فانڈر مسلمان ہو ے گا اور اگر فانڈر غالب آئے تو مولاناؒ عیسائی ہو جائیں گے۔

پہلے تین مسائل میں طے یہ ہوا تھا کہ مولانا اعتراضات کریں گے اور فانڈر جواب دے
اور آخری دو مسئلوں میں برعکس صورت ہوگی، سب سے پہلے نسخ کے مسئلے پر بحث شروع ہوئی
مولانا نے پہلے "نسخ" کی حقیقت واضح فرمائی اور بتایا کہ مسلمانوں کے نزدیک اِس کا کیا مطلب
ہے؟ اس کے بعد مسلمانوں کا دعویٰ معین کیا، کہ انجیل کے بعض احکام منسوخ ہیں اور بعض منسوخ
نہیں، فانڈر نے دونوں کی مثالیں پوچھیں، تو آپ نے بتایا کہ مثلاً انجیل میں طلاق کی ممانعت کا
جو حکم ہے وہ منسوخ ہو چکا ہے۔ مگر انجیل مرقس باب ۱۲ میں جو توحید کا حکم دیا گیا ہے وہ منسوخ نہیں
ہوا اِس پر فانڈر نے کہا کہ انجیل کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہو سکتا، اِس لئے کہ انجیل لوقا باب ۲۱ آیت
۳۳ میں حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ قول مذکور ہے کہ:۔

"زمین و آسمان ٹل جائیں گے، مگر میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی"

مولانا نے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد اپنی تمام باتوں کے لئے نہیں تھا
بلکہ خاص اُن باتوں کے لئے تھا جو اکیسویں باب میں مذکور ہیں۔

فانڈر نے کہا۔ "لیکن الفاظ تو عام ہیں"

اِس پر مولانا نے ڈی آئلی اور رچرڈ مینٹ کی تفسیر انجیل کا حوالہ دیا، جس میں خود عیسائی علما
نے اِس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس قول میں "میری باتیں" سے مراد وہ باتیں ہیں جو اوپر ذکر
ہوئیں۔ تھوڑی سی گفت و شنید کے بعد فانڈر مولانا کے اس اعتراض کا جواب نہ دے سکا اور اس
نے پطرس کے پہلے خط کے باب اول آیت ۲۳ کی یہ عبارت پیش کی:۔

"کیونکہ تم فانی تخم سے نہیں بلکہ غیر فانی سے خدا کے کلام کے وسیلے سے جو زندہ اور قائم ہے"

فانڈر نے کہا کہ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا کلام ہمیشہ قائم رہے گا اور منسوخ نہ ہوگا۔

اِس پر حضرت مولانا نے فرمایا کہ بعینہٖ اِسی قسم کا جملہ تورات کی کتاب یسعیاہ میں بھی مذکور
ہے کہ:۔

"گھاس مرجھاتی ہے، پھول کملاتا ہے، پر ہمارے خدا کا کلام ابد تک قائم ہے"

لہٰذا اگر "کلام کے زندہ اور قائم" ہونے سے اِس کا کبھی منسوخ نہ ہونا لازم آتا ہے تو آپ
تورات کے بارے میں بھی یہ کہنا چاہیے وہ منسوخ نہیں ہو سکتی، حالانکہ اِس کے سینکڑوں احکام
آپ خود منسوخ کہتے ہیں۔

فانڈر نے لاجواب ہو کر کہا کہ میں اس وقت صرف انجیل کے نسخ سے بحث کر رہا ہوں۔۔۔
ڈاکٹر وزیر خاں صاحب نے کہا کہ حواریوں نے اپنے زمانے میں بتوں کی قربانی، خون، گلا گھونٹے ہوئے جانور اور حرامکاری کے سوا تمام چیزوں کو حلال کر دیا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے انجیل کے دوسرے احکام بھی منسوخ کر دیئے تھے، اس کے علاوہ اب آپ کے نزدیک اُن چیزوں میں سے بھی صرف حرامکاری ناجائز کی گئی ہے۔
فانڈر نے کہا کہ اصل میں ان اشیاء کی حرمت میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے اور ہم بتوں کی قربانی کو اب حرام کہتے ہیں۔
اس پر مولانا نے فرمایا کہ آپ کے مقدس پولس نے رومیوں کے نام خط کے باب ۱۴ آیت ۱۴ میں لکھا ہے کہ۔
"مجھے یقین ہے کہ کوئی چیز بذاتہ حرام نہیں، لیکن جو اس کو حرام سمجھتا ہے اس کے لئے حرام ہے"
اور ططس کے نام خط کے باب اول آیت ۱۵ میں بھی اس قسم کی عبارت ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام چیزیں حلال ہیں، پھر آپ انہیں حرام کیوں کہتے ہیں؟
فانڈر نے زچ ہو کر کہا کہ انہی آیات کی بناء پر ہمارے علماء نے ان چیزوں کو حلال کہا ہے۔
اس کے بعد مولانا رحمۃ اللہ اور ڈاکٹر وزیر خان مرحوم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام میں نسخ کی کچھ اور مثالیں پیش کیں۔ آخر میں فانڈر نے یہ تسلیم کر لیا کہ انجیل کے احکام کا منسوخ ہونا ممکن ہے، البتہ نسخ کے وقوع کو تسلیم نہ کیا، مولانا نے فرمایا کہ فی الحال ہم آپ سے یہی چاہتے تھے کہ آپ نسخ کے امکان کو تسلیم کر لیں، رہا اس کا وقوع، سو اس کا اثبات انشاء اللہ اس وقت ہو جائے گا جب آنحضرت ﷺ کی رسالت کی بحث آئیگی۔
فانڈر نے کہا:۔ٹھیک ہے اب آپ دوسرے مسئلہ یعنی تحریف کو لے لیجئے۔
تحریف کی بحث شروع ہوئی تو سب سے پہلے مولانا نے فانڈر سے پوچھا کہ آپ پہلے یہ بتائیے کہ میں کونسی قسم کی تحریف کے شواہد پیش کروں کہ آپ اُسے تسلیم کر سکیں؟
فانڈر نے اس کا کوئی واضح جواب نہ دیا، تو مولانا نے پوچھا۔"یہ بتایئے کہ بائبل کی کتابوں کے بارے میں آپ کا کیا اعتقاد ہے؟ کیا کتاب پیدائش سے لے کر کتاب مکاشفہ تک ان کا ہر

فقرہ اور ہر لفظ الہامی اور اللہ کا کلام ہے؟

فانڈر نے کہا! نہیں ہم ہر لفظ کے بارے میں کچھ نہیں کہتے کیونکہ ہمیں بعض مقامات پر کاتب کی غلطی کا اعتراف ہے۔

مولانا نے فرمایا۔ '' میں اس وقت کاتب کی غلطیوں سے صرف نظر کر کے ان سے دوسرے جملوں اور الفاظ کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں''؟

فانڈر نے کہا: ۔ میں ایک ایک لفظ کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

اس پر مولانا نے کہا کہ '' مورخ یوسی بیس نے اپنی تاریخ کی کتاب کے اٹھارہویں باب میں لکھا ہے کہ جسٹن شہید نے طریفون یہودی کے مقابلے میں بعض بشارتوں کی عبارتیں نقل کر کے یہ دعویٰ کیا تھا کہ یہودیوں نے بائبل کے عہدنامہ قدیم سے یہ بشارتیں ساقط کر دی تھیں۔

یہ کہہ کر مولانا نے واٹسن ج ۳ ص ۱۳۲ اور تفسیر ہورن ج ۴ ص ۶۲ کے حوالے ابھی دکھائے اس میں بی جسٹن کا یہ دعویٰ مذکور ہے اور آئرینوس، کریب، سلپر جیس، وائی ٹیکر اور گلارک نے جسٹن کی تصدیق کی ہے۔

اب کے بعد مولانا نے فرمایا: ۔

اب بتائیے کہ جسٹن نے جو یہ بشارتیں ذکر کی تھیں اور ان کے کلام الٰہی ہونے کا دعویٰ کر کے یہودیوں پر انہیں مٹانے کا الزام لگایا تھا، اس معاملے میں وہ سچا تھا یا جھوٹا؟ اگر سچا تھا تو دعویٰ ثابت ہو گیا، کہ یہودیوں نے تحریف کی ہے اور جھوٹا تھا تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ جسٹن آپ کا اتنا بڑا عالم ہے، اپنی طرف سے چند جملے گھڑ کر انہیں خدا کا کلام ثابت کر رہا تھا۔

اس پر فانڈر نے کہا کہ! ''جسٹن ایک انسان تھے، اِس سے بھول ہو گئی''

مولاناؒ نے فرمایا۔ '' ہنری و اسکاٹ کی تفسیر کی جلد اول میں تصریح ہے کہ آگسٹائن یہودیوں کو یہ الزام دیا کرتا تھا کہ اُنہوں نے اکابر کی عمروں میں تحریف کی اور اس طرح نسخے کو بگاڑ دیا اس کے علاوہ تمام متقدین اس معاملے میں آگسٹائن کے ہم نوا تھے اور ان کہ یہ تحریف ۱۰۳ء میں واقع ہوئی تھی''۔

فانڈر نے جواب دیا! '' ہنری اور واسکاٹ کے لکھنے سے کیا ہوتا ہے؟ یہ دونوں مفسر ہیں ان کے علاوہ سینکڑوں نے تفسیریں لکھی ہیں''۔

مولاناؒ نے فرمایا۔ ''مگر یہ دونوں اپنی رائے نہیں لکھ رہے، بلکہ جمہور علماء متقدمین کا مذہب بیان کر رہے ہیں۔

فانڈر نے کہا۔ ''یسوع مسیح نے انجیل یوحنا ۵۔ ۴۶ و لوقا ۲۴، ۲۷ و ۱۶۔ ۳۱ میں عہد نامہ قدیم کی حقانیت کی شہادت دی ہے اور یسوع مسیح سے بڑھ کر کسی کی شہادت نہیں ہوسکتی''۔

ڈاکٹر وزیر خان نے کہا'' تعجب ہے کہ آپ اُسی کتاب سے استدلال کر رہے ہیں جس کی اصلیت میں سارا جھگڑا ہے، جب تک بائبل کی اصلیت ثابت نہ ہو جائے آپ اُس کی کسی عبارت سے اس کی اصلیت پر کیسے استدلال کر سکتے ہیں؟ اگر فرض کرلیا جائے اِس وقت ہم اِس پہلو سے قطع نظر بھی کرلیں تو اناجیل کی جو عبارتیں آپ نے پیش کی ہیں اُن کے بارے میں محقق پیلی اپنی کتاب مطبوعہ لندن ۱۸۵۰ء کی قسم سوم اور باب سوم میں اقرار کرتا ہے کہ اِن عبارتوں سے اس سے زیادہ زائد کچھ ثابت نہیں ہوتا کہ عہد قدیم کی حرف بحرف اصلیت ثابت نہیں ہوتی''

فانڈر نے کہا۔ ''اِس معاملے میں ہم پیلی کی بات نہیں مانتے''

مولاناؒ نے فرمایا'' اگر آپ پیلی کی بات نہیں مانتے تو ہم آپ کی بات نہیں مانتے، ہمارے نزدیک پیلی کا کہنا درست ہے''۔

تھوڑی سے بحث وتمحیص کے بعد فانڈر نے کہا۔

''میں نے تورات کی اصلیت کے لئے انجیل سے استدلال کیا ہے اگر آپ انجیل کو درست نہیں سمجھتے تو انجیل کی تحریف ثابت کیجئے''۔

ڈاکٹر وزیر خان نے کہا:۔

''اگرچہ آپ کی یہ بات اصول کے خلاف ہے کہ آپ انجیل سے استدلال کریں، تاہم اگر آپ انجیل کی تحریف کے دلائل سننا چاہتے ہیں تو سنیئے۔

یہ کہہ کر ڈاکٹر صاحب نے انجیل اُٹھائی اور انجیل متی ۱۔ ۷ اپڑھنی شروع کی، جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نسب نامے کے سلسلے میں کئی فحش غلطیاں ہیں۔

فانڈر نے یہ سن کر کہا۔ ''غلطی اور چیز ہے اور تحریف دوسری چیز''

ڈاکٹر صاحب نے کہا! اگر انجیل پوری الہامی ہے تو اِس میں غلطی کی کوئی گنجائش نہ ہونی چاہیے لہٰذا اگر اس میں کوئی غلطی پائی جائے تو لازماً وہ تحریف کا نتیجہ ہوگی۔

فانڈر نے کہا! ''تحریف صرف اس وقت ثابت ہوسکتی ہے کہ آپ کوئی ایسی عبارت دکھلا ئیں کہ جو پرانے نسخوں میں نہ ہوں اور موجودہ نسخوں میں موجود ہو۔

اِس پر ڈاکٹر صاحب نے یوحنا کے پہلے خط باب ۵ آیت ۷، ۸ کا حوالہ دیا۔

فانڈر نے کہا۔ ''ہاں اس جگہ تحریف ہوئی ہے اور اسی طرح دوسرے ایک دو مقامات پر بھی'' دیوانی عدالت کا صدر جج اسمتھ جو پادری فرنچ کے برابر میں بیٹھا تھا، جب اُس نے یہ سنا اِس نے پادری فرنچ سے انگریزی میں پوچھا۔

''یہ کیا بات ہے؟''

فرنچ نے جواب دیا۔

''اِن لوگوں نے ہورن وغیرہ کی کتابوں سے چھ سات مقامات نکالے ہیں، جن میں تحریف کا اقرار موجود ہے''۔

اِس پر بعض مسلمانوں نے ''مطلع الاخبار'' کے مہتمم سے کہا کہ آپ کل کے اخبار میں پادری صاحب کا یہ اعتراف شائع کر دیں، تو فانڈر بولا۔

''ہاں۔ شائع کر دیں، مگر اِس قسم کی معمولی تحریفات سے بائبل کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا، مسلمان انصاف کے ساتھ اِس کا فیصلہ کر لیں''۔

یہ کہہ کر وہ مفتی ریاض الدین صاحب کی طرف دیکھنے لگا تو مفتی صاحب نے فرمایا:۔

''اگر کسی وثیقے میں ایک جگہ جعل ثابت ہو جائے تو قابل اعتماد نہیں رہتا، اور آپ تو سات آٹھ جگہ تحریف کا اعتراف کر رہے ہیں، اس بات کو جج صاحبان اچھی طرح سمجھیں گے''۔

یہ کہہ کر مفتی صاحب نے سول جج اسمتھ کی طرف دیکھا مگر اسمتھ خاموش رہا تو مفتی صاحب نے فرمایا۔

''دیکھئے! مسلمانوں کا دعویٰ یہی تو ہے کہ بائبل کو یقینی طور پر اللہ کا کلام نہیں کہا جا سکتا اور آپ کے اعتراف سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے''۔

اس پر فانڈر نے کہا۔ ''اجلاس کا وقت آدھا گھنٹہ زائد ہو چکا ہے باقی بحث کل ہوگی''۔

مولانا رحمت اللہ صاحبؒ نے فرمایا:۔

''آپ نے آٹھ جگہ تحریف کا اعتراف کیا، ہم کل انشاء اللہ پچاس ساٹھ مقامات پر تحریف

ثابت کریں گے، لیکن تین باتوں کا خیال رکھئے، ایک تو یہ کہ ہم آپ سے بائبل کے بعض صحیفوں کی سند متصل کا مطالبہ کریں گے، وہ آپ کو بیان کرنی ہوگی، دوسرے ہم جن پچاس ساٹھ مقامات پر تحریف ثابت کریں، آپ کے ذمے لازم ہوگا کہ یا اُن کی تحریف کو تسلیم کریں، یا اس میں کوئی تاویل کریں، تیسرے جب تک اِن مقامات کی تحریف کی بحث ختم نہ ہو جائے، آپ بائبل کی کسی عبارت سے استدلال نہیں کریں گے۔

فانڈر نے کہا۔ ''ہمیں یہ شرطیں منظور ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ آپ یہ بھی بتلائیں کہ آپ کے نبیؐ کے زمانے میں انجیل کونسی تھی؟''

مولاناؒ نے فرمایا ''یہ شرط منظور ہے، ہم اِنشاء اللہ کل یہ بتا دیں گے''

ڈاکٹر وزیر خان بولے! ''اگر آپ فرمائیں تو یہ بات مولانا ابھی بتا دیتے ہیں''

فانڈر نے کہا نہیں اب دیر ہوگئی ہے، کل ہی سنیں گے۔

اس پر پہلے دن کی نشست برخاست ہوگئی۔

پہلے دن کے مناظرے کی شہرت دُور دُور تک پھیل چکی تھی، اس لئے دوسرے دن حاضرین کی تعداد ایک ہزار سے زائد تھی، انگریز حکام، عیسائی، ہندو، سکھ اور مسلمان عوام بھی کافی تعداد میں آئے تھے۔

اُس دن کی بحث میں سب سے پہلے فانڈر نے ایک طویل تقریر میں قرآن کریم کی بعض آیات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے تک انجیل اپنی اصلی حالت میں موجود تھی اور قرآن نے اِسی پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے، لیکن مولانا صاحب کیرانویؒ اور ڈاکٹر وزیر خاں صاحب مرحوم نے نہایت معقول اور مدلل جوابات دے کر ان کے تمام دلائل پر پانی پھیر دیا اور اِس کے بعد پہلے دن کی طرح بائبل کے بہت سے مقامات پر تحریف ثابت کی، بالآخر فانڈر اور فرنچ نے کہا کہ یہ تمام غلطیاں کاتب کا سہو ہیں اور ہم اِسے تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ان غلطیوں سے متن کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

حاضرین نے پوچھا! ''متن'' سے آپ کا کیا مطلب ہے؟۔

فانڈر نے کہا! ''وہ عبارتیں جن میں تثلیث، الوہیت مسیحؑ کفارہ اور شفاعت کا بیان ہے''۔

مولاناؒ نے فرمایا۔ یہ بات ناقابل فہم ہے کہ جب اتنے سارے مقامات پر آپ تحریف کا

اعتراف کر چکے ہیں، تو اب، اس کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ (بقول آپ کے) "متن
اِن تحریفات سے محفوظ رہا ہے۔
فانڈر نے کہا! اس لئے کہ خاص ان عبارتوں کے محرف ہونے پر کوئی دلیل ہونی چاہیے اور
صرف اُس وقت ثابت ہو سکتی ہے کہ آپ کوئی قدیم نسخہ دکھلائیں، جس میں تثلیث وغیرہ کا عقیدہ
مذکور نہ ہو۔
مولاناؒ نے فرمایا۔ آپ نے جن تحریفات کا اعتراف کیا ہے، اُن سے یہ پوری کتاب مشکوک
ہو چکی ہے، اب اگر کسی عبارت کے بارے میں آپ کا دعویٰ یہ ہے یہ یقیناً اللہ کا کلام ہے، تو اسے
اللہ کا کلام ثابت کرنے کی دلیل آپ کے ذمہ ہے۔
فرنچ نے کہا! آپ نے بائبل کے جن مفسرین کے حوالہ سے تحریف ثابت کی ہے، وہی
مفسرین یہ کہتے ہیں کہ تثلیث وغیرہ کے عقائد تحریف سے محفوظ رہے ہیں۔
مولاناؒ نے فانڈر سے مخاطب ہو کر فرمایا "آپ نے ابھی تفسیر کشاف اور تفسیر بیضاوی کے
حوالے دیئے تھے نا؟"۔
فانڈر نے کہا۔ "جی ہاں"۔
مولاناؒ نے فرمایا۔ انہی مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ انجیل میں تحریف ہوئی ہے، محمد ﷺ اللہ
کے رسول ہیں، آپ ﷺ کے منکر کافر ہیں، کیا اُن کی یہ باتیں بھی آپ مانتے ہیں؟
فانڈر نے کہا۔ "نہیں"۔
مولاناؒ نے فرمایا! اِسی طرح ہم آپ کے علماء کی یہ بات تسلیم نہیں کرتے، کہ بائبل میں اتنی
ساری تحریفات کے باوجود عقیدہ تثلیث وغیرہ تحریف سے یقینی طور پر محفوظ ہے۔ اصل بات یہ ہے
کہ ہم نے اپنے علماء کے اقوال الزامی طور پر نقل کئے تھے، اِس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ ہم
اُن کی ہر بات تسلیم کرتے ہیں۔
فانڈر نے کہا۔ "بہر حال! عقیدہ تثلیث وغیرہ میں تحریف نہیں ہوتی اور اس میں کوئی نقص
واقع نہیں ہوا۔ اِس لئے جب تک آپ اس بات کو نہیں مانیں گے میں آگے بحث نہیں کروں
گا کیونکہ تثلیث کے عقیدے میں ہم بائبل ہی سے استدلال کرتے ہیں۔
حاضرین میں سے مولانا فیض احمد نے کہا۔ یہ عجیب بات ہے کہ آپ ایک بات کے اعتراف

ے حصے میں تحریف کا اقرار کرتے ہیں، اِس کے باوجود آپ کو اس پر اصرار ہے کہ اُسے بے

ے نقص مانا جائے''۔

اس پر بحث ختم ہوگئی اور فانڈر تیسرے دن مناظرے کے لئے نہیں آیا، اس کے بعد پہلے

اکٹر وزیر خاں صاحب مرحوم اور اِس کے بعد حضرت مولاناؒ سے اپریل ۱۸۵۴ء تک اس کی کافی

وبل خط و کتابت رہی، مگر زبانی مناظرے کی طرح قلمی بحث میں بھی وہ اپنی ہٹ دھرمی پر جما

ہا اور ان حضرات کے اتمام حجت کر دینے کے باوجود اپنی ضد پر قائم رہا، یہ تحریری بحث بھی

مناظرے کی مطبوعہ روداء میں موجود ہے، جو ''مباحثہ مذہبی'' اور ''مراسلات مذہبی'' کے نام سے

سید عبداللہ صاحب اکبر آبادی نے منشی محمد امیر صاحب کے اہتمام سے مطبع منعمیہ اکبر آباد ۱۲۷۱ء

میں چھپوایا پہلا حصہ فارسی میں تقریری مناظرے کی روداد ہے اور دوسرے حصے میں ڈاکٹر محمد وزیر

خاں صاحب مرحوم اور پادری فانڈر کا تحریری مناظرہ اُردو میں ہے اور اِس کا عربی ترجمہ اظہار الحق

کے بہت سے نسخوں میں حاشیے پر چھپا ہوا ہے۔

اس مناظرہ کی عالمگیر شہرت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ مکہ مکرمہ کے شیخ رفاعی خولیؒ

تحریر فرماتے ہیں۔

''میں نے اِس مناظرے کا حال مکہ معظّمہ میں اُن بے شمار لوگوں سے سنا، جو اُس مناظرے

کے بعد حج کے لئے آئے، یہاں تک کہ یہ بات تواتر معنوی کی حد تک پہنچ گئی کہ پادری فانڈر اِس

میں مغلوب ہوا تھا۔

مناظرے کے بعد تین سال تک مولاناؒ تصنیفِ و تالیف میں مشغول رہے، بالآخر ۱۸۵۷ء

میں سلطنت مغلیہ کا ٹمٹاتا ہوا چراغ گل ہوگیا اور ہندوستان پر انگریزی اقتدار نے اپنے پاؤں

پوری طرح جمالئے اُس زمانے کے علماء کی ایک خدا مست جماعت اپنے فرائض سے غافل نہ تھی،

جہاد فی سبیل اللہ کے عظیم مقصد کے لئے یہ جماعت میدان میں آئی اور اپنی بساط و ہمت کے

مطابق خدمت دین کا حق ادا کیا۔

انسانی مقصد حیات

عبدالرشید ساہی

تیری نگاہ فرو مایہ، ہاتھ ہے کوتاہ
تیرا گنہ کہ تخیل بلند کا ہے گناہ!

علامہ اقبال فرماتے ہیں اے مسلمان! تو پست حوصلہ اور کم ہمت ہو چکا ہے اسی لیے جہد جہد سے جی چراتا ہے اور تن آسانی کی زندگی بسر کر رہا ہے اگر تو اپنے مقصد بلند میں کامیاب نہیں ہوسکتا تو اس میں مقصد کا کوئی قصور نہیں تیرا ہی قصور ہے نیابت الٰہی بہت بلند نصب العین ہے اس کے حصول کے لئے اس کے مطابق زبردست جدوجہد بھی شرط ہے۔ لیکن تیری حالت قابل افسوس ہے کہ تیرا مقصد حیات اس قدر عظیم الشان ہے کہ اس سے بلند تیرا کوئی مقصد ہو نہیں سکتا مگر اس کے حصول کے لئے کوئی کاوش نہیں کر رہا محض اپنی تقدیر پر صابر و شاکر بیٹھا ہوا ہے

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات ، مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی تمام تخلیقات سے احسن بنایا اس کو تمام علوم عطا فرمائے اس کو جنت سے آشنا فرمایا اور پھر اس کو کچھ وقت عطا فرما کر اس کو زمین پر بھیج دیا کہ اب تم نے اپنے حسن عمل سے اس جنت کا حقدار بننا ہے۔ انسان جس کو زندگی عطا فرما کر وقت دیا گیا ہے یہی سرمایا ہے اگر اس کو محفوظ کر لیا گیا تو کامیاب اور اگر اس کو ضائع کر دیا گیا تو ناکام و نامراد ہو جائے گا قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے 'عصر' زمانہ کی قسم کھائی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ انسان خسارے میں ہیں۔ لیکن جنہوں نے میں اپنی زندگی میں اعمال صالح انجام دیئے وہ خسارے میں نہیں ہونگے بلکہ وہ ہی کامیاب و کامران ہوں گے اور اللہ کے قرب کے حق دار ہوں گے۔ نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے اور تم میں ہر انسان حکمران ہے اور قیامت کے دن اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا''۔ لیکن بڑے دکھ کی بات ہے کہ کوئی حکمران خواہ وہ کسی ملک کا حکمران ہے خواہ کسی کنبہ کا حاکم ہے یا پھر بکریوں کا حاکم مقرر ہے اپنی ذمہ داری پورے طرح نہیں نباہ رہا ملک وقوم کے حکمران کا فرض ہے کہ وہ اپنی رعایا کے جان و مال کا تحفظ کرے۔ لیکن حاکم کی اپنی جان ہی محفوظ نہیں ہوگی تو رعایا اس سے کیا توقع کر سکتی ہے حکمران کے جہاں اور نفس بنتے ہیں ان میں سب سے پہلا اور اہم فرض رعایا کے جان و مال کا تحفظ ہے لیکن موجودہ

دور میں معاشرے میں جرائم کی جو صورت حال ہے اچھی نہیں ہے۔ جہاں حکومتی وزیر اور مشیر اغواء کر لیے جائیں وزیروں کی کاریں ان کی رہائش گاہوں سے چرالی جائیں ملک کی سب سے بڑی شخصیت پر قاتلانہ حملے ہوں جہاں حساس ادارے کے ملازموں کو سرے عام لوٹ لیا جائے تو ایسے حالات میں ایک عام آدمی کا کیا حال ہوگا۔ آخر ایسا کیوں ہے یہ دین سے دوری اور فرائض سے غفلت کے سبب ہو رہا ہے نظام عدل کے فلاپ ہو چکا ہے مظلوم عدل کے حصول کے لئے انتظار کرتا ہے اور زندگی کی بازی ہار جاتا ہے لیکن مقدمہ زیر سماعت ہی رہتا ہے اور مظلوم عدل کی تمنا دل میں لئے زندگی کی بازی ہار جاتا ہے۔

گلا تو گھونٹ دیا مدآسہ نے تیرا
کہاں آئے صدا لاالہ الااللہ

علامہ اقبال فرماتے ہیں چونکہ موجودہ نظام اور نصاب تعلیم انگریزوں کا وضع کردہ ہے اس لئے کالجوں کی تعلیم مسلمان لڑکیوں اور لڑکوں کو دین اسلام سے بیگانہ بنا رہی ہے بلکہ اسلامی روح کو فنا کر رہی ہے اکبر الہ آبادی نے بھی تلخ حقیقت کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

گزر ان کا ہوا کب عالم اللہ اکبر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

ارشاد ربانی ہے "میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں" خلیفہ وہ ہے جو اصل مالک کے تفویض کردہ اختیارات اس کے نائب کی حیثیت سے استعمال کرے خلیفہ اصلی مالک کا نائب ہوتا ہے اس کے اختیارات مالک کی عطاء کیے ہوتے ہیں وہ مالک کی منشاء کے مطابق کام کرتا ہے ان فرائض کی بجا آوری میں آسانی کے لئے اسے علم وفراست کے ساتھ اللہ کی ہدایت ملی ہے۔ انسانی عقل اپنے وضع کردہ دستور عمل کی وجہ سے کاملیت کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور کلام ربانی کے ذریعے کاملیت کو مکمل کیا ہے ارشاد ربانی ہے" تاکہ ان کو (انبیاء) مبعوث کر دینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی عذر باقی نہ رہے" اللہ کے نور کی نمائندگی انسان کا ضمیر کرتا ہے اس کو صحیح اور غلط کی پہچان کراتا ہے۔ اللہ کی محبت انسانوں کو صحیح راہ اختیار کرنے کی طرف راغب کرتی ہے منصب خلافت کے قابل وہ مسلمان ہیں جو صادق ہوں، صالح ہوں اور شرک سے پاک ہوں اللہ کے عطاء کردہ اختیارات کے حامل ہوں اس کے اقتدار اعلیٰ کو

تسلیم کرتے ہوئے اس کی شریعت کے تحت اختیارات خلافت کو استعمال کریں دنیا میں باطل نظریات کے ساتھ رہنے والی قومیں تباہی سے ہمکنار ہوتی ہیں دنیا کوئی تماشہ گاہ نہیں جہاں انبیاء کی تعلیم سے منہ موڑ کر باطل قوتوں کا ساتھ دیا جائے جیسے آج کل تمام اسلامی ملکوں میں ہو رہی ہے نعرے تو ہم بحیثیت مسلمان اللہ کی محبت کے لگاتے ہیں مگر عملی طور پر نہ تو ہم اللہ کے فرمان پر عمل کرتے ہیں اور نہ ہی ہمارا کوئی عمل اللہ کے محبوب پیغمبر جیسا ہے۔ جس کی وجہ سے تمام اسلامی معاشرہ پستی اور بدحالی میں مبتلا ہے اس بدبختی سے نکلنے کی صرف ایک ہی صورت ہے اس خدا کے قانون کے مطابق ہی دنیاوی اور اخروی کامیابی نصیب ہو سکتی ہے۔ بڑے دکھ کی بات ہے قرآن اور فرمان رسول اللہ سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں رہا جس کی وجہ سے معاشرہ بدامنی کی تصویر پیش کر رہا ہے یورپی تہذیب کی تقلید نے ہمارے معاشرے میں بے راہ روی عام کر دی ہے، شرم وحیات کا جنازہ نکل چکا ہے، بداعمالی حد سے بڑھ چکی ہے مسلمان کو اصل کی طرف آنے کے لئے طریقہ رسول ہاشمی پر عمل کرنا پڑے گا ارشاد ربانی ہے "بے راہ روی سے صرف وہ لوگ بچیں گے جن پر تیرے رب کی رحمت ہے اسی کے لئے ہی تو اس نے انہیں پیدا کیا تھا"

اقبال مدرسوں نے دانش تو عام کر دی
کمیاب ہو گیا ہے جذب قلندرانہ

حدیث دل کسی درویش بے کلیم سے پوچھ
خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ

علامہ اقبال فرماتے ہیں حدیث دل یعنی رموز عاشقی کسی کتاب سے حاصل نہیں ہو سکتے ان رموز کے بارے میں درویش بے نوا سے پوچھنا چاہیے یعنی اے مسلمان اگر تم اپنے مقام سے آگاہ ہونا چاہتا ہے تو کسی کامل کی محبت اختیار کرو ایسا عاشق کامل جو دنیاوی علائق سے بالکل پاک ہو۔ اس کا مقصد حیات اللہ کی محبت ہو اور محبت کا معیار اتباع رسول ہو اور اتباع، محبت رسول ﷺ کے بغیر ناممکن ہے اس لئے مقصد حیات مسلم، عشق رسول ﷺ میں ہے عاشقی ایک فن ہے فن کار کی صحبت اختیار کئے بغیر حاصل نہیں کر سکتا، اس لئے جو عشق رسول ﷺ میں فنا ہونا چاہتا ہے یہ فن حاصل کرنے کے لئے اس شخص کی شاگردی لازمی ہے جو کہ اس میں فنا ہو چکا ہو۔ جیسے قرآن

کی اطاعت فرض ہے اسی طرح صاحب قرآن کی سنت پر عمل کرنا بھی لازمی ہے۔ اس طرح ان لوگوں کی غلط فہمی کا ازالہ بھی ہو جائے گا جو سنت رسول ﷺ کو آپ ﷺ کی ذاتی رائے خیال کرتے ہیں اور اس پر عمل کرنا ضروری خیال نہیں کرتے۔ نبی کے فرائض میں صرف یہی نہیں کہ وہ قرآن سکھائے بلکہ اس کا صحیح بیان اور تفصیل بھی سکھائے تا کہ قرآن پر اللہ کی منشاء کے مطابق عمل ہو سکے۔ عاشقی کا اصل مقصد یہ ہے کہ عاشق اللہ تعالیٰ کے احکام جن کے کرنے کا خود مالک کائنات نے حکم دیا ہے وہ امور بجالائے اور جن سے منع فرمایا ہے ان سے باز رہے اور جن امور کے متعلق اللہ اور رسول اللہ نے سکوت اختیار فرمایا ہے ان کو مت چھیڑے یہی عاشق ہے۔ لیکن آج کل اس کا غلط استعمال ہو رہا ہے جا بجا نام نہاد پیروں اور علم سے نابلد صوفیوں نے اپنی دوکانیں چمکا رکھی ہیں جہاں وہ معصوم اور جاہل انسانوں کو اسلام سے دور کرنے میں دن رات مصروف ہیں۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ یہ سارا دھندہ حکومت کی سرپرست میں ہو رہا ہے جو حکمران پاکستان کو اسلامی جمہوریہ کہتے نہیں تھکتے اور عوام سے ووٹ بھی اسلام کا نام استعمال کر کے حاصل کرتے ہیں اسی اسلام کا مزاق اخبارات اور رسائل میں سر عام اڑایا جا رہا ہے۔ لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں عالموں اور پامسٹوں کے پورے پورے صفحہ کے اشتہارات اخبار میں ڈیئے جاتے ہیں لیکن ان کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا جاتا اسی سے صاف ظاہر ہے کہ اس مکروہ دھندہ میں انتظامیہ اور عدلیہ برابر کی حصہ دار ہے۔ دراصل یہ سارا دھندہ ایک سوچی سمجھی سازش ہے اس میں اپنے بھی غیروں کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں یہ ایک مخصوص ٹولہ ہے جو کہ غیرت کی چادر اتار چکا ہے اور اب اپنے ساتھ سب کو اس حمام میں ننگا کرنا چاہتا ہے اقبال نے بہت پہلے اس سازش کو سمجھ لیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ بہت متفکر تھے کہ کسی طرح فرنگی یلغار سے اسلامی معاشرے کو بچا لیا جائے۔ مگر اہل مغرب نے بے حیائی اور فحاشی کا طوفان برپا کر رکھا ہے وہ خود اس میں بری طرح غرق ہو چکے ہیں۔ لیکن ان کا منشاء یہ ہے کہ دوسرے بھی اس طوفان بے حیائی سے بچ نہ سکیں علامہ نے فرمایا ہے۔

اہل عرب کو دے کر فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے جسم سے نکال دو

ہمارا معاشرہ جس شوق اور فیشن کی طرف بڑھ رہا ہے اور ہمارا معاشرتی قلعہ جس حملے کی زد میں ہے، ارباب حکومت اور اصحاب دانش کو ضرور اس پر غور و فکر کرنا چاہیے اللہ نہ کرے کہ آگ سارے اسلامی معاشرہ کو بھسم کر دے یہ ہم سب کے لئے لمحہ فکر ہے۔

ملاں کی شریعت میں فقط مستی گفتار
صوفی کی طریقت میں فقط مستی احوال
وہ مرد قلندر نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستی کردار
اٹھائیں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک
نہ زندگی، نہ محبت نہ معرفت، نہ نگاہ

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی خانقاہیں اور تعلیم گاہیں دونوں ناقص ہیں دونوں اپنے فرائض کو پورا نہیں کر رہے۔ مدرسوں کی تعلیم سے نہ مسلمانوں میں زندگی پیدا ہو سکتی ہے نہ ہی محبت جنم لے سکتی ہے۔ اسلامی مدارس میں بھی زندگی نظر نہیں آتی۔ وہاں طلبہ کو فقہی مسائل میں تو ماہر فن بنا دیا جاتا ہے۔ لیکن جہاد کا ولولہ پیدا نہیں کیا جاتا صرف زندگی گزارنے کے لیے دولت کمانے کا فن سکھا دیا جاتا ہے۔ اسلام اور انسانیت کی فلاح کا کام کرنے والے معلم نہیں بنائے جاتے۔ فرقہ بندی اور فروعی مسائل کو الجھانے والے مناظر تو تیار کر دیے جاتے ہیں۔ اللہ کی مخلوق میں مہر و محبت کا اور اتفاق و اتحاد اور یگانگت کا درس دینے والے عالم پیدا نہیں کیے جاتے انسانیت میں تفریق کر دینا کوئی فن نہیں۔ انسانوں میں عالمگیر محبت کا پیدا کر دینا بہت بڑا فن ہے۔ حیرت کی بات ہے خدا ایک، رسول ایک، کتاب و قرآن ایک، ایک کلمہ طیبہ ایک ان سب کی تربیت کرنے والے نبی رحمت کی تریسٹھ سالہ عملی زندگی سب کے سامنے آپ ایک کا ایک قول اور ایک ایک فعل سے سب آشنا، آپ کے غلاموں کی سوانح عمریاں اور عملی زندگیاں سب کے لیے بطور نمونہ موجود، پھر جھگڑا کس بات کا ہے۔ اسلام کو نبی رحمت نے صرف اور صرف تبلیغ سے نہیں پھیلایا پورے چالیس سال آپ نے معاشرہ میں اپنے کردار سے ثابت کیا۔ جانی دشمن بھی آپؐ کو صادق اور امین کہنے پر مجبور ہو

میں آج علم کلام تو بہت ہے کردار مفقود ہو چکا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں

تلوار سے دنیا کی امامت نہیں ہوتی
کردار کی خوشبو سے الٹ جاتے ہیں آفاق

غور کریں کیا ہم میں سے کسی کے پاس اتنا حوصلہ ہے کہ وہ حضرت علیؓ کی طرح عدالت میں حاضر ہو، نہ کوئی محافظ آپ کے ساتھ ہو، نہ ریٹائرنگ روم کھولا جائے نہ حاضری پر ٹی وی پر کوریج دی جائے۔ آپ کا بیٹا آپ کا گواہ ہو اور عدالت اس کی گواہی کو مسترد کر دے اور فیصلہ آپ کے خلاف صادر کر دے اور اس کے باوجود آپ کے ماتھے پر شکن اور دل میں ملال نہ آئے۔ اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو عدالتی نظام کی اصلاح بھی نہیں ہو سکتی یہاں تو خواص وعدہ وفا نہیں کرتے عوام کا کیا حال ہوگا۔ کیا ہم اور ہمارے رفقاء حضرت عمر فاروقؓ کی طرح کر سکتے ہیں کہ وصیت کر دیں کہ میرے بعد ساری دنیا امیر المومنین بن سکتی ہے میرا بیٹا عبداللہؓ نہیں بن سکتا۔ اگر نہیں تو پھر اصلاح کیسے ہو سکتی ہے مثالیں تو ہم عدل فاروقی کی دیتے ہیں۔ نظام بدلو کا راگ الاپنا آسان ہے اس آگ میں کود جانا پھولوں کی آغوش میں پلنے والو نکے بس کا روگ نہیں اس کے لیے بڑے عزم اور کردار کی ضرورت ہے مگر وہ ہم میں نہیں اور نہ ہی ہم اس کے لیے کوشش کر رہے ہیں مغرب جس کی تہذیب بد کے رنگ میں آپنے آپ کو رنگنے میں ہم ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں تو مصروف ہیں لیکن ان کے اعلیٰ وارفع انسانی رفاہی کاموں کو جو انہوں نے ہماری ہی تہذیب سے چرائے ہیں اپنانے میں بالکل دلچسپی نہیں لیتے۔ لینن دوران حکومت نرم نازک گدوں پر نہیں دفتر کی ٹیبل پر برسوں تک سوتا رہا۔ ماؤزے تنگ نے بتیس برس تک ایک ہی کوٹ زیر استعمال رکھا، آقائے خمینی کا قم میں کچا گھر آج بھی اسی حالت میں ہے ہم سب جو کہتے ہیں نظام بدلنا چاہیے تو رکاوٹ کیا ہے؟ ضرورت تو اس بات کی ہے کہ ہم خود بدل جائیں لیکن ہم دل کی آرزو نہیں بدلتے تو نظام کے بدلنے سے کیا ہوگا

بدلنا ہے تو مئے بدلو ، نظام مئے کشی بدلو
وگرنہ جام و پیمانہ بدل جانے سے کیا ہوگا؟
خون حسینؓ کی قسم لاکھوں یزید ہیں یہاں
ہے یہی ارض کربلا کلمہ حق اٹھا کے دیکھ

فحاشی

معروف سکالر جاوید احمد غامدی سے وقار ملک کا مکالمہ

ہم اکثر و بیشتر وطن عزیز میں بڑھتی ہوئی جس برائی کو ہدف بناتے ہیں وہ ''فحاشی'' ہے۔خواہ یہ ذرائع ابلاغ پر نشر ہونے والی فحاشی ہو یا گلی محلوں، بازاروں اور تقریبات میں نیم عریاں لباس کی صورت میں سامنے آنے والی یا کالجوں میں بعض طالبات کے ناشائستہ انداز کی کوئی شکل ہو، عملی زندگی میں اکثر اس سے پالا پڑتا ہے۔ ہمارے دوست قاضی صاحب کا کہنا ہے کہ ایک زمانہ تھا، جب بہت کم خواتین برقعے یا سکارف کے ساتھ باہر آتی تھیں، مگر آج بہت کم خواتین برقعے یا سکارف کے ساتھ باہر آتی ہیں۔حتیٰ کہ دیہات میں بھی ڈش اور کیبل کے اثرات بے پردگی کی صورت میں سامنے آنے لگے ہیں۔

بات صرف چہرے کے پردے کی نہیں ہے۔اس حوالے سے ہمارے ہاں علمائے کرام کی رائے روز اول سے بٹی رہی ہے۔بعض علماء عورت کے لیے چہرے کے پردے کو بھی لازم قرار دیتے ہیں ، جبکہ کچھ کے نزدیک چہرے کا پردہ ضروری نہیں ہے۔آج معاملہ چہرے کے پردے سے ہٹ کر، بلکہ بڑھ کر کہیں سے کہیں جا پہنچا ہے۔فلموں میں فحش ڈانس، تھیٹر میں فحش جملوں کا تبادلہ، لباس کی بناوٹ کا ایسا انداز کہ ہر عضو علیحدہ نظر آئے ،روزمرہ زندگی میں فحش گفتگو اور اخبارات و جرائد کے علاوہ تدریسی کتب میں بھی فحش مواد کی موجودگی سے کراہت کا احساس بھی ختم ہو رہا ہے۔سٹیج ڈرامہ تو درکنار، ٹیلیویژن ڈراموں میں بھی، جنھیں گھر کے تمام افراد مل کر دیکھتے ہیں، بے شمار ایسے جملے بولے جاتے ہیں کہ مہذب انسان کا سر شرم سے جھک جاتا ہے، مگر بتدریج ہم ان کے عادی ہوتے جا رہے ہیں۔اخبارات میں شو بز اور خواتین کی تصاویر جس طرح شائع کی جاتی ہیں۔اس کا ایک اسلامی معاشرے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، مگر ہم نے کبھی اس پہلو پر غور کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ اسلامی اقدار سے ہماری اس دوری کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ طوائف اب کوٹھے سے نکل کر سڑک پر آ گئی ہے۔مگر ہم نے اس کا بھی نوٹس نہیں لیا۔اس صورت حال کے بعد آگے کیا ہوگا؟ اسے سوچ کر ایک شریف النفس انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

آیئے قارئین دیکھتے ہیں کہ ممتاز عالم دین جاوید احمد غامدی وطن عزیز میں ''فحاشی'' کی تازہ ترین صورت حال کے حوالے سے اپنی رائے کا اظہار کیسے کرتے ہیں اور صورت حال کی اصلاح کے لیے کیا لائحہ عمل تجویز کرتے ہیں۔

فحاشی کس کو کہتے ہیں؟ آج کے دور میں ذرائع ابلاغ جس طرح فحاشی پھیلا رہے ہیں، اس کا توڑ کیا ہے؟

جنسی اعضا یا جنسی معاملات کا سر عام اشتہار یا بیان فحاشی کہلاتا ہے ذرائع ابلاغ پر فحاشی روکنے کا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کو تعلیم اور تلقین کے ذریعے بہتر چیزوں کی طرف راغب کیا جائے۔ زندگی بہت خوب صورت ہے۔ آپ آرٹ اور تاریخ کے کسی بھی موضوع پر لوگوں کو تعلیم دے سکتے ہیں صرف فحاشی تفریح کا باعث نہیں ہوتی۔ لوگ اچھی شاعری بھی کرتے ہیں، اس کو سامنے لایا جائے۔

ہمارے ہاں ذرائع ابلاغ پر جو فحاشی دکھائی جا رہی ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ہمارے ہاں اکثر لوگ صرف کسی خاتون کے سامنے آ جانے کو بھی فحاشی کہتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ صرف جنسی معاملات یا اعضاء کا سر عام اشتہاء (خواہش بڑھانا) ہی فحاشی کا باعث بنتا ہے شریعت کسی طور پر بھی اس کی اجازت نہیں دیتی۔ فحاشی تو اخلاقیات کے خلاف ہے۔ یہ ہمیشہ سے انسان کے لئے بری چیز رہی ہے۔

دین اس کی کیسے گرفت کرتا ہے؟

قرآن میں بیان ہوا ہے'' بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کا چرچا ہو، ان کے لئے دنیا اور آخرت میں ایک دردناک عذاب ہے''۔۔۔ کیونکہ فحش چیز کو دنیا میں پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ کی بنائی ہوی چیزوں میں تبدیلی پیدا کر رہے ہیں جس کا نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ گھر اور خاندان تباہ ہوں گے اور اس کا نتیجہ انسانیت کی تباہی ہے۔ قرآن کی رو سے فحاشی پھیلانا بدترین گناہوں میں سے ایک ہے۔ اچھی چیز کو رتیج اچھا فعل ہے اسی کو اپنانا چاہیے۔

بعض حلقوں کا کہنا ہے کہ کچھ موضوعات پر فحاشی مجبوری بن جاتی ہے جیسا کہ میڈیکل کی

کتابوں میں بعض تصاویر وغیرہ۔آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

میڈیکل کی کتابوں میں جو تصویریں یا مواد دیا جاتا ہے اس کا مقصد اشتہاء نہیں ہوتا۔ایسی باتیں صرف علمی لحاظ سے زیر بحث آتی ہے بلکہ جنسی تعلیم کے لئے مختلف کتابیں لکھی جانی چاہیے اس سے لوگوں کو آگاہی ہوتی ہے لوگوں کو تعلیم دینے اور ان کے مسائل کو حل کرنے کے لئے اگر جنسی تعلیم دی جائے تو یہ فحاشی کے زمرے میں نہیں آتی۔لوگوں کے اندر جنسی ترغیبات کی اشتہاء کے لئے جو بھی کام کیا جائے وہ فحاشی کے زمرے میں آتا ہے۔ایسی چیزیں معاشرے کو خراب کرتی ہیں۔ان سے بچنا چاہیے۔

ہمارے ہاں بہت سے مواقع یا فنکشن ایسے ہوتے ہیں کہ خواتین فحاشی کی تصویر نظر آتی ہیں۔ایسے مواقع سے کیسے بچا جائے؟

یہ آپ کے لئے ایک آزمائش ہے،خدا نے انسان کو یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ برے سے برے حالات میں بچنے کی کوشش کرتا ہے۔سب سے پہلے اپنے اردگرد کے ماحول کی اصلاح کرنی چاہیے اللہ انسان کے ساتھ ہر حال میں چلتا ہے،یعنی اگر حالات خراب ہیں تو پھر بھی انسان کا ساتھ دیتا ہے اور اگر حالات اچھے ہیں تو اس سے زیادہ امید کرتا ہے کہ وہ اچھے کام کرے۔قرآن میں ہے کہ جن لونڈیوں کی ایسے حالات میں پرورش کی گئی کہ وہ برے کاموں سے نہ بچ سکیں تو اگر ایسے میں وہ اپنے اندر اچھے ہونے کا جذبہ بھی پیدا کر لیتی ہیں تو اللہ ان کو معاف کر دے گا۔

ہمارے ہاں طوائف پہلے کوٹھے پر بیٹھتی تھی اب سڑک پر آگئی ہے اسے واپس کیسے بھیجا جا سکتا ہے؟

اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کو تعلیم دی جائے ان کے اندر کے انسان کو بیدار کیا جائے۔اس کو بتایا جائے کہ کیا اچھا ہے اور کیا برا؟پابندیاں لگانے سے کبھی مسائل حل نہیں ہوتے اور نہ ہی ایسے مسائل قانونی طریقے سے حل ہوتے ہیں۔یہ ہو سکتا ہے کہ بظاہر ختم ہو جائے لیکن ان کی جڑیں ختم نہیں ہوتیں۔بنیادی طور پر یہ کام تعلیم و تلقین اور تربیت کا ہوتا ہے اس کے بعد ہی آپ قانونی طریقے سے کام کر سکتے ہیں۔حضور ﷺ نے جب اپنے معاشرے کی

اصلاح کی تو قانون کا کام سب سے موخر کر دیا۔ جس معاشرے میں لوگوں کے جنسی تعلقات بڑھ گئے ہوں، ایک دوسرے کے ساتھ آزادانہ میل جول ہو وہاں قانون کچھ نہیں کر سکتا۔ لوگوں کی سوچ بدلنے کی ضرورت ہوتی ہے، تا کہ اخلاقی روایات کو قائم رکھا جا سکے۔ میاں بیوی کے تعلقات کو قائم رکھنا، دوسروں کی طرف بری نظر سے نہ دیکھنا اخلاقی اقدار میں آتا ہے۔ قرآن میں بیان ہوا ہے: شیطان انسان میں دو طرح سے داخل ہوتا ہے ایک انانیت کی طرف سے اور دوسرا جنس کی آزمائش سے۔

یورپی معاشرہ اپنی بہت سی اچھی روایات کے باوجود فحاشی کو کیوں نہیں روک سکا؟

ان کے ہاں آزادی ایمان کے درجے میں داخل ہوگئی ہے۔ آزادی کو تو انہوں نے ایک بنیادی قدر کے طور پر جان لیا اور اس میں حد سے تجاوز کر گئے۔ خدا نے ہی بتایا ہے کہ انسان کو آزادی ضرور ملنی چاہیے، مگر اس کی کچھ حدود ہوتی ہے مگر اب بھی مغربی معاشرے کے لوگ اس بات کو مانتے ہیں کہ جنسی معاملات کا اشتہاء اچھی چیز نہیں۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ اگر جنسی معاملات زیادہ ہو جائیں تو ان پر پابندی نہیں لگانی چاہیے۔

ایک غیر مسلم معاشرے میں فحاشی کا اپنا انداز ہے، وہاں ایک مسلمان اس سے کیسے بچ سکتا ہے؟

خدا نے انسان کو جو ماحول دیا ہے اس کے مطابق ہی اس سے پوچھ گچھ ہوگی۔ برے ماحول میں رہ کر بھی اسے زیادہ سے زیادہ بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

بعض حلقوں کا کہنا ہے کہ ہمارے ہاں بعض مولوی حضرات اپنی بیگمات سے پردہ کراتے ہیں اور دوسروں کی بیویوں پر خوب نظر رکھتے ہیں یہ تضاد کیوں ہے؟

ہر سوسائٹی میں جب اخلاقی پستی آتی ہے تو ایسی چیزیں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ ہمارے جلیل القدر علماء تو ایسا نہیں کرتے تھے اگر بعض لوگ ایسا کرتے ہیں تو ان کو اپنا اخلاقی معیار بہتر بنانا چاہیے۔

کون سا لباس ایسا ہے، جس سے فحاشی کا عنصر نمایاں نہیں ہوتا؟

لباس موسم اور معاشرتی لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ اسلام نے ایک اصولی بات بتا دی ہے

شرم گاہوں کو ڈھانپ کر رکھیں اور عورتوں کے لئے کہا ہے کہ وہ اپنے سینوں کو ڈھانپ کر رکھیں۔ دوپٹہ ہماری تہذیب کا حصہ ہے، وہ اس سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیتی ہیں تو یہ اچھی بات ہے اگر دوپٹہ نہ بھی لیا جائے تو خیر ہے۔ اصل بات شرم گاہوں کی حفاظت ہے اسے جس بھی طریقے سے ڈھانپ لیا جائے بہتر ہے۔

ایک ذاتی قسم کا سوال۔۔۔ آج کے اس دور میں جب فحاشی پوری طرح سے معاشرے میں پنجے گاڑ چکی ہے، آپ نے اپنے ماحول کو کیسے صاف ستھرا رکھا ہوا ہے؟

آپ جو کچھ کرتے ہیں آپ کا گھر اس کا نمونہ ہوتا ہے اس سے بڑھکر کوئی بات نہیں ہے۔ میں اپنے بچوں کو سمجھاتا ہوں اور ہر دو تین مہینوں کے بعد ان سے پوچھ لیتا ہوں اور ان سے اپنے بارے میں رائے لیتا ہوں، اپنی اصلاح کرتا ہوں اور ان کی بھی اصلاح کرتا ہوں۔

فحاشی کی ایک شکل بدکاری ہے اگر کوئی شخص بعد میں توبہ کر لے تو خدا اس کو معاف کر دے گا؟

توبہ کا دروازہ ہر شخص کے لئے کھلا ہے، مگر جو گناہ کسی شخص نے کئے ہیں، اس کی سزا بھی اسے ملے گی۔

ہمارے ہاں بعض اوقات گفتگو میں بھی فحاشی آ جاتی ہے۔ ٹی وی، ریڈیو میں بھی فحش جملوں کا استعمال ہوتا ہے اس کی شرعی حثیت کیا ہے؟

فحاشی شروع ہی گفتگو سے ہوتی ہے بہتر یہ کہ شروع ہی میں اس پر قابو پا لیا جائے۔ اس طرح کی چیزیں ناپسندیدہ ہوتی ہیں ان سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بدکاری بعض اوقات آنکھ سے بھی ہوتی ہے اس بھی بچنا چاہیے، یہ صغیرہ گناہ ہے، اگر اس پر قابو نہ پایا جائے تو یہ معاملہ کبیرہ گناہ کی طرف جاتا ہے۔ (بشکریہ روزنامہ پاکستان)

پریشر اور تکنیک

ایم ایچ خان

ہمارا جسم دنیا کا سب سے بڑا عجوبہ ہے۔ یہ جسم بہترین قسم کا خودکار، نازک لیکن انتہائی مضبو
مشینوں سے مزین ہے۔ دل اور پھیپھڑے کبھی نہ رکنے والے پمپ ہیں۔ آنکھیں حیران کن
کیمرہ ہیں اور پروجیکٹر بھی۔ کان ایک عجیب قسم کا آلہ ہیں۔ پیٹ کو ہم حیرت انگیز قسم کی لیبارٹری
کہہ سکتے ہیں اعصاب میلوں تک پھیلے ہوئے ذرائع پیغام رسانی ہیں اور دماغ بے انتہا صلاحیتوں
کا حامل ایک کمپیوٹر ہے پھر سب سے بڑی خوبی کی بات یہ ہیں کہ ان تمام مشینوں کے درمیان پر
اسرار رابطہ ہے اور اسی ربط و تعاون کی وجہ سے ہمارا جسم سو سال سے بھی زیادہ عرصہ تک فعال رہ
سکتا ہے۔ ہم سو سال تک با آسانی زندہ رہ سکتے ہیں۔ کسی بھی اچھی مشین کی تشکیل کچھ اس طرح
کی جاتی ہے۔ کہ کسی بھی خطرات کے موقع پر خود بخود بند ہو جاتی ہے مثلاً ریفریجریٹر اور پانی کا
گیزر وغیرہ۔ ایسا ہی ایک نظام ہمارے جسم میں موجود ہیں اور اس میں تعجب نہیں کرنا چاہئے یہ سچ
ہے کہ ہمارے جسم کی بناوٹ پیچیدہ ہے لیکن اس کی حفاظت نہایت ہی آسان ہے فطرت نے اس
مشین میں پیدا ہونے والے خرابی دور اور اسے صحیح حالت میں رکھنے کا ایک خودکار نظام ہمارے
جسم میں ہی رکھا ہے۔

ایکو پریشر کا طریقہ برصغیر ہندو پاک میں آج سے پانچ ہزار سال قبل مروج تھا لیکن بدقسمتی
سے اس کی قدر نہ کی گئی۔ پھر یہ طریقہ سری لنکا پہنچا اور وہاں ایکوپنکچر کے طور پر رائج ہوا۔ وہاں
بدھ سادھوا سے لیکر چین اور جاپان پہنچے جہاں اسے بڑے پیمانے پر اشاعت ہوئی۔ آج صورت
حال یہ ہے کہ چین ساری دنیا کو ایکوپنکچر طریقہ علاج سکھا رہا ہے۔ سولہویں صدی عیسوی تک ریڈ
انڈین باشندے ایکو پریشر کے ذریعے پیروں کے تلوں کے پوائنٹ پر دباؤ ڈال کر بیماریوں کا
علاج کرتے تھے، پھر بیسوی صدی کے دوران امریکہ میں اس موضوع پر ریسرچ کی گئی اور اسے با
قاعدہ طریقہ علاج therapy کی حیثیت سے ترقی دی گئی۔ آج بہت سے ایم ڈی ڈاکٹر اور
نیچرل تھراپی کے ماہرین اس سے استفادہ کررہے ہیں اور اب تو عالمی ادارہ صحت نے بھی اس کی
طرف توجہ دینا شروع کر دی ہے۔ ہمارا جسم پانچ عناصر سے بنا ہوا ہے اور برقی رو اس کو چلاتی یا
فعال رکھتی ہے۔ ایکوپنکچر کے طریقہ علاج میں برقی رو کی دو اقسام بیان کی گئی ہیں یعنی مثبت (ve

ہوتی ہے۔

+) اور منفی (ve-) یہ بجلی حیاتیاتی بیٹری سے پیدا ہوتی ہے۔ پانچ بنیادی عناصر پر ہمارے جسم میں موجود بجلی غالب ہے۔ مغرب میں بھی اس حیاتیاتی بجلی کو BioElectricity یا BioEnergy کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ حیاتیاتی بیٹری ہمارے جسم میں اس وقت وجود میں آجاتی ہے جب ہم رحم مادر میں تخلیقی مرحلے سے گزر رہے ہوتے ہیں۔ اس بیٹری کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ اسی میں سے حساس برقی رو پیدا ہوتی ہے۔ اس بیٹری میں سے سفید روشنی نکلتی ہے جو آنکھ کو خیرہ کردیتی ہے۔ اسے مراقبے کی کچھ مشقوں کے نتیجہ میں آدمی اپنی پیشانی پر بند آنکھ سے دیکھ سکتا ہے۔ اس بیٹری سے خارج ہونے والی برقی رو ہمارے جسم میں بہتی رہتی ہے جسے ہم حرکت کہتے ہیں۔ اس بہاؤ کی مختلف رو کو میری ڈی انس کہا جاتا ہے جو دائیں ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے کی پور سے شروع ہوکر جسم کے تمام حصوں سے گزرتی ہوئی بائیں پیر کے انگوٹھے کی پور سے شروع ہوکر جسم کے تمام حصوں سے گزرتی ہوئی پیر کے انگوٹھے اور انگلیوں کی پوروں تک پہنچتی ہے۔ اسی طرح بائیں ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے کے پورے سے چلنے والی رو جسم کے بائیں پیر کے انگوٹھے اور انگلیوں کی پوروں تک جاتی ہے۔ جب تک وہ حیاتیاتی بہاؤ جاری رہتا ہے جسم تندرست رہتا ہے لیکن بہت زیادہ کام اور محنت کی وجہ سے یہ بہاؤ جسم کے کسی حصہ تک صحیح طور پر نہیں پہنچ پاتا لہٰذا وہ حصہ صحیح طور پر اپنا فعل انجام دینے سے قاصر رہتا ہے اور وہاں درد شروع ہوجاتا ہے۔ اگر برقی رو کو وہاں تک پہنچنے کی راہ ہموار کردی جائے تو درد یا مرض ختم ہوجاتا ہے۔ ایکوپریشر قدرتی انداز میں کام کرنے والی سائنس ہے جو ہماری مشین میں برقی رو کو باقاعدگی بخش کر ہمیں مرض سے بچاتی ہے۔ ''ایکوپنکچر''، ''شی آٹسو'' یا پوائنٹر تھراپی کے مطابق ہمارے جسم میں برقی رو کی (میری ڈی انس) موجود ہوتی ہیں۔ انسان کے پورے جسم میں کل 900 پوائنٹس موجود ہیں۔ ان پوائنٹس پر دباؤ ڈال کر یا سوئی چبھو کر مرض دور کیا جاتا ہے۔ یا بے ہوشی کا تاثر دیا جاتا ہے۔ اتنے سارے پوائنٹ کو ذہن نشین کرنے کے لئے بہت زیادہ مطالعہ اور پریکٹس کی ضرورت ہے۔ عام آدمی ایسا نہیں کرسکتا۔ لیکن ایکوپریشر کا طریقہ ایکوپنکچر کے مقابلے میں سمجھنے اور عمل کرنے میں نہایت سہل اور آسان ہے۔ کوئی بھی شخص حتیٰ کہ دس سال کا بچہ بھی اس کا مطالعہ کرسکتا ہے اور اس پر عمل بھی۔ ہمارے جسم میں جو برقی رو بہہ رہی ہے اس کا سوئچ بورڈ ہاتھ کے دونوں پنجوں اور پیر کے دونوں تلووں میں واقع ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ سوئچ کا تعلق

جسم کے کون سے عضو یا رطوبتی غدود سے ہے۔

اثر اعضا اور رطوبتی غدود جسم کے دائیں اور بائیں حصے میں ہیں لہذا ان کے پوائنٹ بھی دائیں اور بائیں پنجے اور پیر کے تلووں میں واقع ہیں۔ جب کے تلی اور دل جسم کے بائیں طرف ہیں لہذا انکے پوائنٹ بائیں پنجے اور بائیں تلوے میں ہیں۔ لیور گال بلیڈر اور اپنڈکس جسم کے دائیں طرف ہیں اور اسی وجہ سے ان کے پوائنٹ دائیں پنجے یا تلوے میں ہیں۔ ناف ڈایافرام کے نیچے واقع اعضاء کے افعال کو صحیح رکھتی ہے۔ ناف کا تصور آیورویدمیں پایا جاتا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس طریقہ علاج کو برصغیر میں سب سے پہلے دریافت کیا گیا ہے۔

دباؤ کا طریقہ

ایکو پریشر میں پنجے یا پیر کے تلوے کے پوانٹ پر دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ ایسا کرنے سے مذکورہ پوائنٹ سے تعلق رکھنے والے عضو کی طرف برقی قوت کا بہاؤ شروع ہو جاتا ہے۔ مثلاً" اگر آپ انگوٹھے میں موجود پوائنٹ نمبر 1 پر دباؤ ڈالتے ہیں تو بجلی کا کرنٹ آپ کے دماغ میں دوڑنے لگتا ہے اور دماغ زیادہ فعال ہو جاتا ہے۔

رطوبتی غدود

یہ جسم کے تمام اعضاء کا نظم ونسق کرتے ہیں۔ ان کے پوائنٹس پر دباؤ ڈالنا ضروری ہے۔ ایسا کرنے سے رطوبتی غدود صحیح طور پر کام کرنے لگتے ہیں۔ اگر کوئی غدود بہت زیادہ کام کر رہا ہو تو دباؤ ڈالنے سے اس کی فعالیت کم ہو جاتی ہے اس پر کنٹرول آجاتا ہے اس طرح دباؤ سے ان کی کام کرنے کی رفتار میں باقاعدگی پیدا ہو جاتی ہے۔

انگوٹھے اور پہلی انگلی یا پینسل سے پوائنٹ پر دباؤ ڈالا جا سکتا ہے۔ کسی بھی پوائنٹ پر چار سے پانچ سیکنڈ تک دباؤ ڈالا جانا چاہئے پھر ایک سے دو سیکنڈ کے لئے ہٹالینا چاہئے۔ اس عمل کو بار بار دہرائیں۔ اس طرح ایک سے دو منٹ تک پمپنگ سسٹم سے دباؤ کے ساتھ مساج کریں۔

کتنا دباؤ ڈالا جائے

جب ہم کسی پوائنٹ پر دباؤ ڈالیں تو وہاں دباؤ یا وزن کا احساس ہونا چاہئے۔ بہت زیادہ دباؤ نہ ڈالا جائے۔

اگر ہاتھ نرم و گداز ہو تو کم دباؤ بھی صحیح نتائج دیتا ہے۔ رطوبتی غدود کے سوا ہر پوائنٹ پر

ٹیڑھے انگوٹھے سے وزن دینے پر دباؤ محسوس ہوگا جو کافی ہوگا۔

کتنی دفعہ دباؤ ڈالا جائے

کسی بھی مرض یا عضوء کی خرابی کی صورت میں ہاتھ کے پنجے کے اوپر کے پوائنٹ پر دن میں کوئی تین مرتبہ ایک سے دو منٹ تک دباؤ ڈالا جا سکتا ہے جب کہ پیر کے تلوے کے پوائنٹ پر یکمشت پانچ منٹ تک دباؤ ڈالا جا سکتا ہے۔ جب تک کہ اس پوائنٹ کا درد ختم نہ ہو جائے مندرجہ بالا عمل جاری رکھا جائے۔

مرض کی تشخیص یا میڈیکل چیک اپ کا انوکھا طریقہ

تمام پوائنٹس پر باقاعدگی سے دس منٹ تک دباؤ ڈالنے سے صحت برقرار رہتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ مفت میڈیکل چیک اپ بھی ہو جاتا ہے۔ مثلاً گذشتہ کل جب آپ نے سارے پوائنٹس پر دباؤ ڈالا تھا تو اس وقت کہیں کوئی درد نہیں ہوا تھا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ مکمل طور پر تندرست تھے اور آپ کے تمام اعضاء صحیح انداز میں کام کر رہے ہیں لیکن آج جب آپ سارے پوائنٹ پر دباؤ ڈالتے ہیں تو کچھ پوائنٹس پر اندرونی درد ہوتا ہے جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ گذشتہ چوبیس گھنٹوں کے دوران آپ کے متعلقہ پوائنٹ سے تعلق رکھنے والے عضو یا غدود میں کوئی خرابی رونما ہو رہی ہے۔ جس کی بازگشت آپ ہتھیلی یا پیر کے پنجے میں کسی خاص پوائنٹ پر محسوس کر رہے ہیں۔ جب کسی پوائنٹ میں درد محسوس ہو تو سمجھ لیں کہ متعلقہ پوائنٹ عضو یا غدود میں کوئی گڑبڑ ہے۔ اس طرح بغیر کسی آلے کے، تجربہ گاہ کے اخراجات کے آپ بذات خود بھی مرض کی تشخیص کر سکتے ہیں اور خود ہی اپنے ڈاکٹر بن کر اس کا علاج بھی کر سکتے ہیں۔ ابھی تک چونکہ آپ نے اس طریقہ علاج پر عمل نہیں کیا لہذا ممکن ہے کہ ابتداء میں دو دن تک آپ کو پوائنٹس دبانے سے کچھ محسوس نہ ہو لیکن اس عمل کو جاری رکھیں تو تیسرے دن سے اس کے اثرات واضح طور پر محسوس ہونے لگیں گے۔ کسی بھی طریقہ علاج میں مرض کا علاج کرنے سے قبل اس کی تشخیص ضروری قرار دی گئی ہے کیونکہ مرض کا سبب معلوم ہونے کے بعد ہی اس کا سدباب کیا جا سکتا ہے۔ بیرونی جانچ پڑتال کے علاوہ ڈاکٹر خون، پیشاب وغیرہ کی رپورٹیں طلب کرتا ہے علاوہ ازیں ایکسرے، کارڈیوگرافی، سونوگرافی اور اسکیننگ وغیرہ پر بے انتہا اخراجات ہوتے ہیں جو اکثر مریض کی سکت سے باہر ہیں۔ لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو

نہیں ہوتا۔ آج جب کہ دنیا تیزی سے آگے کو جارہی ہے تشخیص کی تربیت بھی مہنگی اور گراں ہوتی جارہی ہے۔ ایورویدا' ایکوپنکچر اور یونانی طریقہ ہائے علاج میں نبض دیکھ کر مرض کی تشخیص کی جاتی ہے لیکن اس کا مکمل علم حاصل کرنے کے لئے چھ سے دس سال کی تربیت انتہائی ضروری ہے۔ ہومیوپیتھی میں بھی تشخیص کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنے پر کافی وقت لگ جاتا ہے اور انہیں اس کے لئے مریض کے ساتھ کافی وقت گزارنا پڑتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک ماہر ہومیوپیتھک ڈاکٹر بہت کم مریضوں کو دیکھ سکتا ہے۔ قدرتی طریقہ علاج یا نیچر پیتھی بھی کافی وقت لیتی ہے۔ پھر اس کے ماہرین مرض کے اصل اور بنیادی اسباب دریافت کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ صرف جسم کی صفائی پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں تاکہ جسم کے اندر موجود محرکات بیدار ہو کر مرض سے نجات کے لئے فعال ہو سکیں۔

ایکو پریشر کے طریقہ علاج میں یہ ہے کہ جسم میں دوڑنے والی برقی رو کے دو سوئچ بورڈ دونوں ہتھیلیوں اور پیروں کے تلووں میں واقع ہیں۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ جب برقی رو جسم کے تمام حصوں میں اپنا کام بخوبی انجام دے رہی ہو تو اس صورت میں ان پوائنٹس پر دباؤ ڈالنے سے کسی قسم کا درد محسوس نہیں ہوتا۔ ایکو پریشر ایسا طریقہ علاج ہے جو مرض کی ابتداء میں ہی روک تھام کر سکتا ہے اور کسی بھی فرد کو اس کی صحت کی حفاظت میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح صحت کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ آپ اپنی دونوں ہتھیلیوں اور پیروں کے تلووں میں دو دو منٹ دباؤ ڈالنے میں کل دس منٹ لگیں گے لیکن اس سے جسم کے سارے ہی اعضاء فعال ہو جائیں گے جس طرح کار سروس کے بعد دوبارہ رواں ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جسم کے سارے اعضاء کام کرنے لگیں گے اور مرض کے امکانات نہایت کم ہو جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ہتھیلیوں اور تلووں میں پانچ پانچ منٹ کے دباؤ سے امراض کی روک تھام ہو جاتی ہے اور آدمی صحت مند زندگی گزارتا ہے۔ ساتھ ساتھ پورے جسم کا چیک اپ بھی مکمل اور مفت ہو جاتا ہے۔ کام کی زیادتی یا کسی اور وجہ سے جسم کے کسی عضو کو نقصان پہنچتا ہے تو اس صورت میں ٹوکسن Toxins اس عضو کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں جس سے برقی رو وہاں تک نہیں پہنچ پاتی لہذا ہتھیلیوں یا پیر کے تلوے میں موجود متعلقہ پوائنٹ کو دبانے سے وہاں درد محسوس ہوتا ہے۔ وہ درد غیر معمولی نوعیت کا اور ناگوار سا ہوتا ہے۔ اس طرح مریض کا ماضی جانے بغیر یا کسی بھی قسم کے

ٹیسٹ کے بغیر صرف ہتھیلی اور پیروں کے تلوے دبا کر مناسب تشخیص کی جا سکتی ہے۔

طریقہ تشخیص کے لحاظ سے معالجین نے ہمارے جسم کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا ہے یعنی آگا اور پیچھا۔ آنکھ، دل، پیٹ وغیرہ اور وہ اعضاء جو آنکھ سے دیکھے جا سکتے ہیں ان سب کے پوائنٹ ہتھیلی میں سامنے کی طرف ہوتے ہیں اسی طرح ریڑھ کی ہڈی وغیرہ جو جسم کے پچھلے حصے میں واقع ہوتے ہیں۔ ان کے پوائنٹ ہتھیلی کے پچھلے حصے میں یا پھر پیروں کے تلے کے اوپر کے حصے میں واقع ہیں۔

ناف صحیح ہے یا نہیں؟ یہ جاننے کا طریقہ

زیادہ وزن اٹھانے یا زیادہ گیس کی صورت میں ناف اوپر یا نیچے کی طرف سرکتی ہے اگر اوپر کو سرکے تو قبض کی شکایت پیدا ہوتی ہے اور اگر نیچے کو سرکے تو گیس کے دباؤ کی وجہ سے دست لگ جاتے ہیں۔ دواؤں سے یہ تکلیف دور نہیں ہوتی۔ پھر اگر یہ شکایت طویل عرصہ تک قائم رہے تو نظام ہضم بگڑ جاتا ہے اور بعض صورتوں میں آپریشن تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ بڑی آنت کے کینسر کی بڑی وجہ قبض ہے جس میں دوائیں فائدہ نہیں کرتیں۔ ایسے معاملات میں بہت ممکن ہے کہ ناف اوپر کو سرک گئی ہو لہٰذا ایسی صورتمیں کسی بھی علاج سے قبل یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ آیا ناف سرکی تو نہیں۔ ناف گھڑی کے اسپرنگ کی طرح ہوتی ہے جب تک اسے اس کے صحیح مقام پر نہ لایا جائے کوئی بھی علاج کارگر نہیں ہوسکتا۔

☆----صبح سویرے نہار منہ چت لیٹ کر اگر ناف پر انگلی یا انگوٹھے سے دباؤ ڈالا جائے تو ایک ہلکی سی تھرتھراہٹ یا دھڑکن سی محسوس ہوتی ہے اگر یہ محسوس ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ناف اپنی جگہ پر قائم ہے۔

☆----ناف کا فعل درست ہو تو دائیں اور بائیں چھاتی کے نپل کا ناف سے فاصلہ برابر ہوتا ہے۔ ایک دھاگے سے ناپ کر دیکھئے۔ اگر وہ اوپر یا نیچے کی طرف سرک گئی ہو تو اس طرح ناپنے سے فرق معلوم ہو جاتا ہے۔

☆----چت لیٹ کر دونوں ہاتھ اور پاؤں سیدھے کر لیں۔ دونوں پیروں کے انگوٹھے بالکل سیدھے یعنی ایک ہی لائن میں رکھیں۔ اگر دونوں انگوٹھے ایک لائن میں نہ آئیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ناف سرکی ہوئی ہے۔

مندرجہ ذیل طریقوں میں سے کسی بھی ایک طریقہ سے ناف کو اپنے اصل مقام پر واپس لایا جاسکتا ہے۔ یہ سارے طریقے صبح کو نہار منہ یا کھانے کے تین چار گھنٹے کے بعد آزمائے جاسکتے ہیں۔

1۔ انگوٹھے سے ناف کے اردگرد دباؤ ڈال کر ناف کو مرکز میں دھکیلا جائے۔

2۔ ناف پر وزن رکھ کر اسے مرکز کی طرف سرکایا جائے۔

3۔ چت لیٹ جائیں۔ دونوں بازوؤں کو سیدھا رکھیں۔ پھر کسی سے کہیں کہ وہ آپ کے گھٹنوں پر دباؤ ڈالے۔ اگر ضروری محسوس ہو تو دوسرا شخص ایک ہاتھ سے دونوں پیروں کے انگوٹھے پکڑ کر رکھے اور جو انگوٹھا نیچے کی طرف مائل ہو اسے کھینچنے کی کوشش کرے۔ اگر دونوں انگوٹھے ایک ہی لائن میں نہ آئیں تو اس عمل کو پھر سے دہرائیں۔ زمین پر چت لیٹ جائیں۔ سانس باہر نکال دیں۔ اب دوبارہ سانس لینے سے قبل پیٹ کو پھلائیں اور اسی حالت میں جہاں تک برداشت کرسکیں، رہیں۔ اس عمل کو بار بار دہرائیں حتیٰ کہ ناف اپنی جگہ واپس آجائے۔

ایک مریض کو ڈاکٹر نے ہرنیا تشخیص کیا اور اسے آپریشن کا مشورہ دیا لیکن جب اس کی سرکی ہوئی ناف صحیح جگہ لائی گئی تو وہ فوراً ٹھیک ہوگئی۔

امراض نسواں کی ایک ماہر ڈاکٹر کو سالہا سال سے پیڑو میں درد کی شکایت رہتی تھی۔ جب ان کی ناف صحیح مقام پر لائی گئی تو وہ فوراً ٹھیک ہوگئیں۔

ایک لڑکی کو پیٹ میں کچھ اس طرح کا درد تھا کہ کچھ کھاتے ہی فوراً قے ہوجاتی۔ اسے شہر کے مشہور ہسپتال میں 21 دن رکھا گیا لیکن مرض کی تشخیص نہ ہوسکی۔ درد کی شدت سے وہ پلنگ پر تڑپتی رہتی۔ معائنہ کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کی ناف سرکی ہوئی ہے۔ جب اسے ٹھیک کیا گیا تو قے فوراً بند ہوگئی۔ اسے ایک ہفتہ تک ہری سبزیوں اور پھلوں کے جوس پر رکھا گیا۔ اس کی ساری تکلیف دور ہوگئی۔

ایک مریض کو عرصہ سے خونی بواسیر کی شکایت تھی۔ اسے آپریشن کا مشورہ دیا گیا۔ اس نے آپریشن سے صرف دو تین دن قبل ایکوپریشر کے ماہر سے مشورہ کیا اس نے اس کی ناف ٹھیک کی اور اس کے بعد اس کی طبیعت میں تیزی سے اصلاح ہوتی چلی گئی اور وہ بغیر آپریشن کے ٹھیک ہوگیا۔ قوت ہاضمہ کی بہتری کیلئے چالیس پینتالیس سال کی عمر کے بعد معدہ کا فعل سست ہونے لگتا

ہے اور قوت ہاضمہ کمزور ہونے لگتی ہے۔ اس عمر میں خوراک میں ادرک، آملہ اور لیموں کا استعمال زیادہ کرنا چاہئے۔ ایکو پریشر کے طور پر اس طریقے سے لکڑی کے رولر یا بیلن پر روزانہ پانچ منٹ تک باری باری ایک ایک پیر یا دونوں پیروں پر ایک ساتھ وزن دے کر رگڑنا چاہئے یہ عمل کرسی پر تن کر بیٹھ کر کرنا چاہئے۔ ایسا کرنے سے قوت ہاضمہ بڑھتی ہے اور پھیپھڑوں اور گردوں کے کام کرنے سے قوت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

جلاب! پیٹ صاف کرنے کے لئے جلاب کی کوئی دوائی لینے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بدلے باتھ روم میں جاتے وقت ٹھوڑی کے بیچ کے حصے میں تین سے چھ منٹ تک دباؤ ڈالیں یا مساج کریں۔ اس سے اجابت کھل کر آئے گی اور قبض کی شکایت جاتی رہے گی۔ یوں دیگر کئی امراض سے بھی نجات ملے گی۔

ایام کی تکلیف! خواتین کو بعض اوقات ایام کی شکایت رہتی ہے۔ اس ضمن میں پوائنٹ 11 سے 15 کے علاوہ رطوبتی غدود پر علاج کرنے سے معجزانہ نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ یہ علاج دونوں کلائیوں کی دونوں طرف واقع پوائنٹس کو دبا کر یا ان پر مساج کی صورت میں کیا جاسکتا ہے۔ اس قسم کی تکالیف کی صورت میں دونوں پیر کے انگوٹھوں میں اندر کے حصے کے قریب تین سے پانچ منٹ کے لئے ربڑ بینڈ باندھیں اگر ضرورت محسوس ہو تو 15 سے 20 منٹ کے بعد تین سے پانچ منٹ کے بعد دوبارہ ربڑ بینڈ باندھیں۔

لیکوریا! اس کے لئے کلائی پر موجود پوائنٹس 11 سے 15 پر دبانے والا علاج کامیاب ثابت ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ خون کی کمی میں تجویز کردہ دوائیں استعمال کریں۔

بال گرنا یا قبل از وقت سفید ہونا

اس کا علاج یہ ہے کہ ہاتھوں کی آٹھ انگلیوں کے ناخن روزانہ صبح کو اور شام کو ایک دوسرے کے ساتھ 10 سے 15 منٹ تک رگڑیں اور بہتر نتائج کے لئے صبح اٹھ کر پانچ منٹ اور رات کو سونے سے قبل پانچ منٹ تک ناخنوں کو رگڑیں۔ اس کے علاوہ ہاتھ اور کلائی کے پوائنٹ 8 اور 11 سے 15 پر علاج کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ پت کی زیادتی کا علاج بھی کریں۔

چہرے پر کیل مہاسے کو دور کرنا

یہ تکلیف اکثر اوقات خواتین میں ماہواری کے ایام میں کمی یا بیشی سے یا جسم میں زیادہ

حدت کی وجہ سے ہوتی ہے۔اس کا علاج پوائنٹ نمبر 11 سے 15 استعمال کریں۔جسم کی حدت کم کی جاسکتی ہے۔

صدا جوان رہنے کا طریقہ

ہر عورت اور مرد کے لئے یہ طریقہ انتہائی مفید ہے۔موت تو بے شک اٹل ہے لیکن پھر بھی ہر کوئی یہ ضرور چاہے گا کہ زندگی کی آخری سانس تک وہ صحت مند اور فعال رہے۔

توانائی اور حیاتیاتی قوت کا چشمہ دائیں سے نکلتا ہے اور اسے کنٹرول کرنے والا پوائنٹ دائیں ہاتھ میں کہنی اور پہنچے کے درمیان ایک انچ کے دائرے میں ہوتا ہے۔اس دائرے پر روزانہ صرف دو منٹ دباؤ ڈالنے سے حیاتی قوت کا بے جا ضیاع روکا جاسکتا ہے۔ایکو پریشر کے دباؤ کے طرح یہ دباؤ بھی باری باری رک رک کر دینا ہوتا ہے۔اس عمل سے جوانی کی طویل عرصہ تک حفاظت کی جاسکتی ہے اور بڑھاپے کی وجہ سے پیدا ہونے والے عارضوں سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔یہ عمل 40 سال کی عمر کے بعد کرنا زیادہ ضروری ہے۔45 سے 40 سال کی عمر کے بعد ہر مرد و عورت کو یہ طریقہ علاج اپنانا چاہئے۔سدا جوان رہنے کے لئے ایکو پریشر کا طریقہ یہ ہے' بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور کہنی کے درمیانی حصہ پر دباؤ ڈالیں۔ضعیفوں کو بھی اس طریقہ علاج سے فائدہ محسوس ہوگا۔حیاتیاتی قوت میں اضافہ محسوس ہوگا اور تھکن کا احساس کم ہوگا۔

انیمیا (خون کی کمی)

ہاتھ کے پوائنٹ نمبر 37 پر دن میں دباؤ ڈالیں علاوہ ازیں تازہ پھلوں کا رس پئیں۔

الرجی! دائیں ہاتھ پر پوائنٹ 21 پر روزانہ دو منٹ تک پریشر دیں اور کیلشیم کا استعمال کریں۔

آنکھوں کی شکایات

آنکھ سے پانی آنا' آنکھ سرخ ہونا' آنکھ میں درد ہونا وغیرہ آنکھوں کی کسی بھی شکایت میں ہاتھ کی درمیانی انگلی کے نچلے ڈنٹھل پر واقع پوائنٹ 35 پر دباؤ ڈالیں۔

سر کا درد

سر درد عام طور پر سردی اور موسم کی تبدیلی کی وجہ سے ہوتا ہے۔اس کے لئے پوائنٹ ایک

سے 7 اور 34 پر دباؤ ڈالیں پوائنٹ 7 انگوٹھے کے آخری ڈنٹھل پر ہوتا ہے جب کہ 34 درمیانی انگلی کے اوپری ڈنٹھل پر۔

پیروں کا درد

پاپڑ بیلنے کے بیلن پر پیروں کو دو سے پانچ منٹ تک رگڑیں۔ انشاءاللہ پیروں کا درد ٹھیک ہو جائے گا۔

ہارٹ اٹیک

دل تا حیات کام کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ جب بھی سینے میں درد ہو تو اپنے بائیں ہاتھ پر واقع پوائنٹ نمبر 36 پر وزن ڈال کر دیکھ لیں اگر درد نہ ہو تو سمجھ لیں کہ یہ درد کسی اور وجہ سے ہو رہا ہے اور دل پر حملہ نہیں لہٰذا مندرجہ ذیل علاج کریں۔

ناف! صحیح ہے یا نہیں دیکھ لیں۔ اگر صحیح نہ ہو تو پچھلی سطور میں ہدایات کے مطابق اسے ٹھیک کر لیں تاکہ گیس کی شکایت کا سبب ختم ہو۔ اگر پوائنٹ 36 پر درد محسوس ہو تو سمجھ لیں کہ ہارٹ اٹیک ہے لہٰذا فوراً بستر پر دراز جائیں اور 72 گھنٹے تک آرام کریں۔ ہارٹ اٹیک میں ڈاکٹری علاج کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل علاج کریں۔

1۔ دن میں دو دفعہ پوائنٹ 1 سے 15 اور 36 پر علاج کریں۔

2۔ دونوں ہتھیلیوں پر دن میں دو دفعہ پانچ پانچ منٹ علاج کریں۔

3۔ معالج کے مشورے سے غذا میں پھلوں کا جوس دیں۔ انار مل جائے تو بہت ہی اچھا رہے گا۔ اس سے کولیسٹرول کم ہوتا ہے۔

ذیابیطس (شوگر)

تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ اگر لیمف غدود درست نہ ہو تو گلوکوز مکمل طور پر کون میں جذب ہو کر دماغ کے خلیات میں نہیں پہنچتا جس سے خون میں شکر کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ اس طرح کی ذیابیطس میں لیمف غدود کو پوائنٹ 16 پر دبانے سے درد محسوس ہوتا ہے اور لبلبہ کم کام کرتا ہوا محسوس ہوتا۔ اس ذیابیطس کو قابو میں رکھنے کے لئے پوائنٹ 25 اور 16 پر دباؤ ڈالیں۔

ہائی بلڈ پریشر

اگر خون کا دباؤ اونچا ہوتا ہوا محسوس ہو تو فوراً چھوٹی انگلیاں دونوں کانوں میں ٹھونس لیں اور

زور زور سے ہلائیں گویا پمپنگ کر رہے ہوں۔ دو سے تین منٹ تک دباؤ ڈالیں۔ ایسا کرنے سے خون کا دباؤ فوراً کم ہوگا۔ اس کے علاوہ پوائنٹ 3، 4، 8، 11 سے 15، 25 اور 28 پر دباؤ ڈالیں۔

1۔ غذا میں نمک اور مصالحہ جات بند کریں۔ اس کی جگہ پہاڑی نمک یا کالا نمک استعمال کریں۔

2۔ روزانہ دو سے تین کپ پھلوں کا تازہ رس ایک بڑا چمچہ شہد کا ڈال کر پیئیں۔

3۔ ذہنی تناؤ دور کرنے کی راہ اختیار کریں۔ ذہنی یکسوئی کی مشقوں سے فائدہ اٹھائیں۔ اس علاج سے کئی لوگوں کو فائدہ ہوا ہے۔

دمہ، استھما، سانس پھولنا گھبراہٹ وغیرہ

یہ ایسا مرض ہے جس میں مستقل افاقہ ممکن ہے۔ مندرجہ ذیل علاج اس ضمن میں کافی مفید معلوم ہوا ہے۔ پوائنٹ ایک سے 7، 30 اور 34 اور ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کے پوروں پر دو دو منٹ علاج کریں۔ پھیپھڑوں اور پیٹھ میں آسمانی روشنی دن میں دو دفعہ پانچ سے دس منٹ تک لیں۔

جوڑوں کا درد

مندرجہ ذیل علاج کرنے سے اس مرض سے مستقل طور پر نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔

1۔ دونوں ہاتھ کے پنجوں پر پانچ پانچ منٹ علاج کریں۔

2۔ لکڑی کے بیلن یا اور کسی رولر پر روزانہ دونوں پیر پانچ پانچ منٹ رگڑیں۔

3۔ کپڑے دھونے کا نائلون کا برش لے کر پیر کے تلوؤں میں صبح و شام پانچ پانچ منٹ رگڑیں اور تلوے گرم ہو جانے تک یہ عمل جاری رکھیں۔

بواسیر

قبض جاری رہے تو بواسیر ہو جاتی ہے۔ بہت تکلیف ہوتی ہے اور بعض دفعہ خون بھی آتا ہے اس مرض میں مبتلا شخص کے پوائنٹ 10 پر دبانے سے درد ہوگا۔ اس مرض کے علاج کے لئے دونوں ہتھیلیوں میں پوائنٹ نمبر 10 پر دو دو منٹ کے لئے دن مین تین بار علاج کریں۔ علاوہ ازیں قبض دور کرنے کے لئے بھی مندرجہ بالا علاج کریں۔ غذا میں مائع اور پتوں والی بھاجی اور

CS CamScanner

سبزیاں زیادہ لیں۔ مسوں پر ناریل کے تیل کی مالش کریں۔

موٹاپا (چربی) چربی میں اضافہ کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ تھائرائڈ غدود صحیح کام نہ کرتے ہوں۔

2۔ جنسی غدود خصوصاً عورتوں کے صحیح کام نہ کرتے ہوں۔

3۔ ضرورت سے زیادہ کھانے کی عادت ہو اور صحیح طور پر چبائے بغیر کھانے کی عادت ہو تو جسم کو زیادہ کیلوریز ملتی ہیں اور اس سے وزن اور چربی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

پہلی وجہ تو پوائنٹ نمبر 8 پر علاج کرنے سے دور ہو جائے گی۔ دوسری وجہ پوائنٹ نمبر 11 سے 15 پر علاج کرنے سے دور ہو جائے گی۔ تیسری وجہ یعنی مریض کو جلدی جلدی اور کم چبا کر کھانے کی عادت ہو تو قوت ارادی کمزور ہو تو ورزش کرنے اور کم کھانے کی خواہش کے باوجود ایسا نہیں کرسکتا لہٰذا پہلے تو برابر چبانے کی عادت ڈالیں۔

کینسر کی تلاش

جس عضو پر کینسر کا خدشہ ہو اس کے متعلقہ پوائنٹ کو دبائیں تو درد محسوس ہوگا مثلاً اگر بڑی آنت کا کینسر ہو تو متعلقہ پوائنٹ 20 دبانے سے درد ہوگا۔ اسی طرح جسم کے کسی بھی حصہ میں کینسر ہو تو مندرجہ ذیل پوائنٹ پر ہونے والے درد سے اس کا پتہ چل جاتا ہے۔ گلا' منہ اور دانت پوائنٹ نمبر 6۔ غذا کی نالی' پوائنٹ نمبر 6 اور 7 کا درمیانی پوائنٹ۔ ہاضمہ' پیٹ پوائنٹ نمبر 27۔ چھوٹی آنت پوائنٹ نمبر 19۔ بڑی آنت پوائنٹ نمبر 19' 20۔ لیور / گال بلیڈر پوائنٹ نمبر 22 اور 23 پھیپھڑے۔ پوائنٹ نمبر 30 دماغ پوائنٹ نمبر 1 سے 5 دماغ کا ٹیومر' خون۔ پوائنٹ نمبر 37 ہڈیاں پوائنٹ نمبر 9 اور 37 پوائنٹ کی تشخیص کے بعد متعلقہ پوائنٹ پر روزانہ منٹ تک دباؤ دیں۔ انشاءاللہ چند ماہ میں اس موذی مرض سے نجات مل جائے گی۔

CamScanner

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سالانہ اجتماع اپریل 2005ء مورخہ

جمعہ 8	ہفتہ 9	اتوار 10

کو انشاءاللہ منعقد ہو رہا ہے بھائیوں سے شرکت کی اپیل ہے

سالانہ اجتماع

نزد وحید کالونی، کوٹ شاہاں پیروشہید بس سٹاپ، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

ضروری اطلاع

سالانہ مجلہ فنڈ -/200

تمام خادمان حلقہ سے گذارش ہے کہ حلقہ کے تمام ارکان اور دوسرے خریداروں سے سالانہ چندہ برائے سال 2005ء اکٹھا کریں اور مکمل پوسٹل ایڈریس کے ساتھ انکی فہرست تیار کر کے سالانہ اجتماع کے موقع پر مرکز میں جمع کرائیں۔ سلسلہ توحیدیہ کے ہر بھائی کو مجلہ ارسال کیا جاتا ہے اسلئے جو بھائی مجلہ کی رکنیت فیس ادا نہ کر سکیں ان کے نام بھی فہرست میں ضرور شامل کریں۔

سلسلہ توحیدیہ کے تعارف اور تعلیم کی اشاعت کے لئے تمام برادران اپنے دوستوں اور عزیزوں کے پتے بھی ارسال فرمائیں تاکہ انکے نام اعزازی طور پر مجلہ بھیجا جاسکے۔

بانی سلسلہ کی دیگر تصانیف

قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات
اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ...
ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع
اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور
واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی
اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ
اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔
سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔
زوال امت میں امراء، علماء، صوفیا کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔
تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوف کے ... زندگی پر اثرات۔
سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیو... آسان ہوئی۔

یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے
تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ
کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی
مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام
اوراد و اذکار اور اعمال و اشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کرکے
کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

کتاب ہذا وحدت الوجود کے موضوع پر ایک مختصر مگر نہایت مدلل اور اہم دستاویز ہے
خواجہؒ صاحب نے ذاتی مشاہدہ کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کیا
ابن عربیؒ کے نظریہ وحدت الوجود اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے وحدت شہود میں فرق۔
انسان کی بقا اور ترقی کیلئے مذہب کیوں ناگزیر ہے۔
وہ بنیادی سوال جس نے نظریہ وحدت الوجود کو جنم دیا۔
روحانی سلوک کے دوران تمام بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

CamScanner